نمبر ۱۳۸ | مورخہ ۵ صفر ۱۳۵۳ھ | یوم پنجشنبہ | مطابق ۱۷ مئی ۱۹۳۴ء | جلد ۲۱

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق ۱۷ مئی بوقت چار بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے ؂

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کو بخار سے اب آرام ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے ماتحت جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ ۱۴ مئی شام کو ایک سفر پر تشریف لے گئے۔ واپسی پر جماعت احمدیہ سیالکوٹ کے تبلیغی ہفتہ کی آخری تقریروں میں شریک ہونے کے بعد دارالامان پہنچے

۱۷ مئی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد کے ماتحت ایک اور سفر پر روانہ ہونگے۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب ناظر امور خارجہ لاہور سے واپس تشریف لے آئے ہیں ؂

۱۵ مئی بعد نماز عشاء مسجد اقصےٰ میں جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب امام مسجد محلہ دارالفضل نے ذکر حبیب پر دلچسپ تقریر کی

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا کی راہ میں صدق سے قدم اٹھانیوالے

(فرمودہ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۰۴ء)

"یہ بالکل سچ ہے کہ جب تک انسان خدا کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اُتار لے۔ تب تک وہ خدا کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک بھی ایک بے وفا نوکر کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں۔ جو نوکر صدق و وفا نہیں دکھلاتا۔ وہ قبولیت نہیں پاتا۔ اسی طرح جناب الٰہی میں وہ شخص پرلے درجہ کا بے ادب ہے۔ جو چند روزہ دُنیوی منافع پر نگاہ رکھ کر خدا کو چھوڑتا ہے۔ بیعت سے مراد خدا تعالےٰ کو جان سپرد کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ہم نے اپنی جان آج خدا کے ہاتھ بیچ دی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ خدا کی راہ میں چل کر انجام کار کوئی شخص نقصان اٹھائے۔ صادق کبھی نقصان نہیں اٹھا سکتا۔ نقصان اسی کا ہے۔ جو کاذب ہے جو دُنیا کے لئے بیعت کو اور عہد کو جو اللہ تعالےٰ سے اس نے کیا ہے۔ توڑ رہا ہے۔ وہ شخص جو محض دُنیا کے خوف سے ایسے اُمور کا مرتکب ہو رہا ہے۔ وہ یاد رکھے کہ بوقت موت کوئی حاکم یا بادشاہ اسے نہ چھڑا سکیگا۔ اس نے احکم الحاکمین کے پاس جانا ہے۔ جو اس سے دریافت کرے گا۔ کہ تو نے میرا پاس کیوں نہیں کیا۔ اس لئے ہر مومن کے لئے ضروری ہے۔ کہ خدا جو مالک السموٰت والارض ہے اس پر ایمان لائے۔ اور سچی توبہ کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ امر بھی یونہی حاصل نہیں ہوتا ہے۔ خدا ہی یہ امر دل میں بٹھائے۔ تو بیٹھ سکتا ہے۔ سو اس کے لئے دُعا بکار ہے۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کی راہ میں صدق سے قدم اٹھاتا ہے۔ اس کو عظیم الشان طاقت اور خارق عادت قوت دیجاتی ہے۔ مومن کے دل میں ایک جذب ہوتا ہے۔ کہ جس قوت جاذبہ کے ذریعہ وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ اگر تم میں جذب محبت خدا کی راہ میں کافی ہو۔ تو پھر کیوں لوگ تمہاری طرف نہ کھنچے آئیں۔ اور کیوں تم میں ایک مقناطیسی طاقت نہ ہو جائے"

(الحکم ۱۰۔ جولائی ۱۹۰۴ء)

احباب کی خدمت میں ایک نہایت ضروری گزارش

باوجود بار بار کے اعلان کے اور باوجود اس کے کہ مشاورت میں بھی اس کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے ۔ بہت سے احباب اور جماعتیں بغیر پیشگی منظوری حاصل کرنے کے اپنے علاقہ کے ایسے بچوں کو جن کے اخراجات کا کوئی انتظام نہیں ہوتا ۔ قادیان میں بھجوا دیتے ہیں ۔ اور پھر نظارت تعلیم و تربیت سے درخواست کی جاتی ہے ۔ کہ ان کے اخراجات کا انتظام کیا جائے ۔ احباب کو عموماً اور مقامی جماعتوں کے عہدہ داروں کو خصوصاً یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ نظارت ھذا کے لئے یہ قطعاً ناممکن ہے ۔ کہ وہ ہر طالب علم کے اخراجات کا انتظام اپنے ذمہ لے لے ۔ اور اگر اخراجات کے لحاظ سے گنجائش بھی ہو ۔ تو پھر بھی ہر طالب علم کے لئے وظیفہ کی منظوری نہیں دی جا سکتی ۔ اور نہ ہر طالب علم اس کا اہل ہوتا ہے لیکن اگر کوئی طالب علم اس کا اہل بھی ہو ۔ اور بجٹ میں گنجائش بھی ہو ۔ تو پھر بھی بغیر منظوری حاصل کرنے کے یونہی خود بخود کسی طالب علم کو قادیان بھجوا دینا سخت بدانتظامی اور پریشانی کا باعث ہوتا ہے ۔ اور میں اسی اعلان کے ذریعہ احباب کو اطلاع دینا چاہتا ہوں ۔ کہ اگر آئندہ کسی جماعت یا جماعت کے عہدہ دار نے بغیر منظوری حاصل کرنے کے کسی ایسے طالب علم کو قادیان روانہ کیا ۔ جس کے اخراجات کا خاطر خواہ انتظام موجود نہیں ہے تو وہ جماعت اس کے لئے جوابدہ سمجھی جائے گی ۔ اور مقامی عہدہ دار اس بات کے لئے بھی ذمہ دار سمجھے جائیں گے ۔ کہ وہ اپنے حلقہ کے احمدیوں کو اس بارہ میں قواعد سے اچھی طرح واقف رکھیں ۔ ورنہ حسب فیصلہ مشاورت ایسے طالب علموں کو واپس کر دیا جایا کرے گا ۔ نظارت تعلیم پوری ہمدردی کے ساتھ احباب کی ضروریات کا خیال رکھنے کے لئے تیار ہے ۔ لیکن احباب کو بھی چاہیئے ۔ کہ وہ خلاف قواعد طریق اختیار کر کے نظارت کی پریشانی اور مرکز کی بدنظمی کا باعث نہ بنیں ۔ امید ہے ۔ آئندہ احباب اس بارہ میں زیادہ احتیاط رکھیں گے ۔

ناظر تعلیم و تربیت ۔ قادیان

ایف اے کی طالبات کیلئے اعلان

ایف اے کلاس میں داخل ہونے والی طالبات کو اطلاع دی جاتی ہے ۔ کہ نصرت گرلز سکول قادیان کی ایف اے کلاس میں صرف حسب ذیل مضامین کا انتظام ہے :-

عربی ۔ انگریزی ۔ ہسٹری ۔ اکونامکس

خاکسار غلام محمد ۔ مینیجر نصرت گرلز سکول قادیان

آل انڈیا کشمیر ایسوسی ایشن پر اظہار اعتماد

جماعت احمدیہ کشمیر آل انڈیا کشمیر ایسوسی ایشن کی سابقہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر کامل اعتماد کا اظہار کرتی ہے ۔ اور امید رکھتی ہے ۔ کہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی ہر طرح سے امداد فرماتے رہیں گے ۔ (نامہ نگار)

تحریک قرضہ

ساٹھ ہزار روپیہ پورا ہو چکا

الحمد للہ کہ میری طرف سے ساٹھ ہزار روپیہ قرض کی جو تحریک کی گئی تھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے پوری طرح کامیاب ہو چکی ہے ۔ چونکہ روپیہ پورا ہو چکا ہے ۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے ۔ کہ آئندہ کوئی نئے وعدے اس تحریک میں لئے جانے کی اب گنجائش نہیں ہے ۔ البتہ جو احباب وقت مقررہ کے اندر وعدے کر چکے ہیں ۔ ان کے اخلاص کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا مرسلہ روپیہ اس میں شامل کر لیا جائے گا ۔

خاکسار فرزند علی ۔ ناظر امور عامہ ۔ قادیان

زلزلہ زدہ لوگوں کی امداد کی ضرورت

علاقہ بہار میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انذاری پیشگوئی کے ماتحت زلزلہ اور اس کے بعد مختلف اقسام کی آفات ارضی و سماوی سے جو تباہی آئی ۔ اور جس میں ابھی تک کئی ہیبت ناک طریقوں سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے ۔ اس کا ذکر سن کر بھی روح کانپنے اور جسم لرزنے لگتا ہے ۔ اس موقعہ پر جہاں مصیبت زدہ لوگوں کو خدا تعالےٰ کی پُر ہیبت و پُر جلال شان کی طرف توجہ دلانے اور اس کے مخلص بندے بننے کے لئے تبلیغ احمدیت کی خاص طور پر ضرورت ہے ۔ وہاں ان لوگوں کے جسمانی مصائب اور تکالیف میں ان کی امداد کرنا بھی ضروری ہے تاکہ نہایت ہی غیر معمولی مصیبت کی وجہ سے ان کے جو ہوش و حواس گم ہو گئے ہیں ۔ انہیں بحال کیا جا سکے ۔ تاکہ وہ حق و صداقت کو سمجھ سکیں ۔ علاوہ ازیں انسانی ہمدردی کا بھی تقاضا ہے کہ ہر مصیبت زدہ انسان کی حتے الامکان امداد کی جائے ۔ اور جس قدر کوئی زیادہ مصیبت میں گرفتار ہو ۔ اسی قدر زیادہ اسے امداد دینے کی کوشش کی جائے ۔ پس جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو چاہیئے ۔ کہ زلزلہ فنڈ میں زیادہ سے زیادہ جو کچھ دے سکتا ہے ۔ دے کر ثواب عظیم حاصل کرے ۔ اس وقت تک اس فنڈ میں ضرورت کے لحاظ سے بہت تھوڑی رقم جمع ہوئی ہے ۔ چونکہ ضرورت فوری ہے ۔ اس لئے جلد توجہ کرنی چاہیئے ۔ اس بات کو پیش نظر رکھ کر توجہ کرنی چاہیئے ۔ کہ جو شخص خدا تعالےٰ کے مصیبت زدہ بندوں کی امداد کرتا ہے ۔ خدا تعالےٰ اسے مصائب سے بچا لیتا ہے ۔

ہز ایکسیلنسی گورنر بنگال کا جواب

ناظر صاحب امور خارجہ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے ہز ایکسیلنسی گورنر بنگال کو جو مبارکباد کا تار دیا گیا تھا ۔ اس کے جواب میں ہز ایکسیلنسی کے پرائیویٹ سکرٹری نے جناب مفتی محمد صادق صاحب کی خدمت میں لکھا ہے کہ ہز ایکسیلنسی گورنر بنگال حضرت خلیفۃ المسیح اور جماعت احمدیہ کا اس مبارکباد کے پیغام پر تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں ۔

گورنر بنگال پر حملہ کرنیوالوں کی مذمت

جماعت احمدیہ کلکتہ کی قرار دادیں

انجمن احمدیہ کلکتہ کا ایک غیر معمولی اجلاس ۱۳ مئی کو انجمن احمدیہ واقعہ ۴ بلیلین میں زیر صدارت جناب حکیم ابوطاہر محمود احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ منعقد ہوا ۔ جس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشنز باتفاق آراء پاس ہوئے ۔

(۱) ہز ایکسیلنسی سر جان اینڈرسن گورنر بنگال پر جو بزدلانہ اور قابل نفرت حملہ دو دہشت پسندوں نے کیا ۔ یہ جلسہ اس کی پُر زور مذمت کرتا ۔ اور ہز ایکسیلنسی کی سلامتی پر ان کی خدمت میں تبریک پیش کرتا ہے ۔ (۲) ...

الفضل — بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر ۱۳۸ | قادیان دارالامان مورخہ ۵ صفر ۱۳۵۳ھ | جلد ۲۱

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تقریر لائل پور

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے لائل پور میں ۸ راپریل کو جو تقریر فرمائی۔ اس کا ایک حصہ تین پرچوں میں پہلے شائع ہو چکا ہے۔ اب بقیہ تقریر حضور کے ملاحظہ کے بعد اکٹھی شائع کی جاتی ہے :- (ایڈیٹر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے لئے دوسری چیز وہ باتیں ہیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس زمانہ کے متعلق بیان فرمائیں۔ اور جن میں سے ایک

ضلع لائل پور کے متعلق

بھی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں خدا تعالےٰ دوبارہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کے نشانات دکھلائے گا۔ اور ثابت کرے گا کہ آپ جھوٹے نہیں۔ اس کے ثبوت میں جو باتیں پیش کرتا ہے وہ قرآن مجید کی ایک سورۃ میں بیان کی گئی ہیں۔ اس ساری سورۃ کی اگر تفسیر کی جائے۔ تو اس کے لئے کئی گھنٹے بھی کافی نہیں ہو سکتے اس لئے میں صرف اختصار کے ساتھ اس کے مضمون کی طرف اشارہ کر دیتا ہوں۔ خصوصاً اس حصہ کی نسبت جس میں

نو آبادیوں کی طرف اشارہ

ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ واذا الوحوش حشرت۔ واذا البحار سجرت۔ یعنی مسیح موعودؑ کے زمانہ میں جانگلی کہلانے والے لوگوں میں بھی تعلیم پھیل جائے گی۔ اور دریاؤں سے نہریں کاٹ کر پھیلا دی جائیں گی یہ دونوں باتیں اکٹھی صرف ہندوستان کی نو آبادیوں میں ہی پائی جاتی ہیں۔ جہاں کی پرانی آبادی جانگلی کہلاتی ہے۔ اور جہاں کہ نہروں کے ساتھ ساتھ ان لوگوں میں تعلیم پھیل کر بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ یہاں کے اکثر لوگوں کی روزی کا مدار نہروں پر ہے ان نہروں کے ذریعہ ہی یہ علاقہ ایسا زرخیز ہو گیا۔ ورنہ یہاں کیا رکھا تھا۔ آبادی نہایت کم تھی۔ اور بوجہ دور دور رہنے کے لوگ تمدن سے ناآشنا ہو گئے تھے۔ اور اس وجہ سے جانگلی کہلاتے تھے ؞

غرض اس پیشگوئی کے دیکھنے سے پتہ لگتا ہے۔ کہ

اس زمانہ کا نقشہ

نہایت وضاحت سے کھینچا گیا ہے۔ بقیہ پیشگوئیاں یہ ہیں۔ کہ جب ستارے مکدر ہو جائیں گے۔ پہاڑ اڑائے جائیں گے۔ اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ وحشیوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔ نہریں جاری ہو جائیں گی۔ لڑکیوں کا مارنا قانوناً روک دیا جائے گا۔ اخبارات نکلیں گے ہیئت کے علوم پھیل جائیں گے۔ جہنمی کارروائیاں کثرت سے ہونگی۔

جنت کا حصول

آسان ہو جائے گا۔ بدی کی اس قدر کثرت ہوگی۔ کہ تھوڑی سی نیکی بھی خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگی۔ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں۔ جو اس زمانہ میں پوری ہو رہی ہیں۔ لڑکیوں کا قتل اس زمانہ سے قبل پہلے کبھی روکا نہیں گیا تھا۔ حتےٰ کہ مسلمان بادشاہوں نے بھی اپنے زمانہ میں اس کی اجازت ہندوؤں کو دے رکھی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانہ میں

اس پیشگوئی کا ایک تتمہ

بھی بیان فرمایا ہے۔ آپ کا الہام ہے بلیۃ المالیہ۔ یعنی ایک زمانہ آئے گا۔ کہ چیزیں موجود ہوں گی۔ مگر روپیہ نہیں ملے گا۔ پہلے ملک میں کال اور قحط اس لئے ہوتے تھے۔ کہ گندم یا غلہ کم پیدا ہوتا تھا۔ مگر اس وقت مالی مصیبت اس وجہ سے آئی ہے۔ کہ پیداوار ضرورت سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اور گاہک نہیں ملتے۔ دیکھو یہ

کتنی واضح پیشگوئی

ہے۔ آج ساری دنیا امریکہ۔ انگلینڈ۔ جرمنی۔ فرانس۔ جاپان ہندوستان غرضکہ سب رو رہے ہیں۔ کہ مر گئے۔ تباہ ہو گئے۔ زمیندار غلہ پیدا کر رہے ہیں۔ مگر کوئی گاہک نہیں ملتا۔ اور سرکاری مالیہ تک ادا نہیں ہو سکتا۔ غرضکہ

ایک عظیم الشان ابتلاء

کی خبر دی گئی تھی۔ جو اس زمانہ میں پوری ہوئی ہے ؞

اس کے بعد میں ایک ایسی پیشگوئی کو لیتا ہوں۔ جو آپ سے مجھ سے۔ بلکہ ساری دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔ انّی معک یا ابن رسول اللہ سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں۔ جمع کرو علےٰ دین واحد (۲۰۔ نومبر ۱۹۰۵ء) یعنے اے اللہ کے رسول کے بیٹے میں تیرے ساتھ ہوں تم سب دنیا کے مسلمانوں کو ایک سلسلہ میں جمع کرو۔ اور ایک دین کا پابند بناؤ ؞

جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہوا۔ اس وقت میں طالبعلم تھا۔ اور طالبعلم بھی ایسا جو ہمیشہ فیل ہوتا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ اس میں بھی

اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت

ہوگی۔ ورنہ اگر کچھ پاس کر لیتا۔ تو ممکن ہے مجھے خیال ہوتا۔ کہ میں یہ ہوں۔ وہ ہوں۔ لیکن اب تو اس حقیقت کا انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ جو کچھ مجھے آتا ہے یہ اللہ کا ہی فضل ہے۔ میری اس میں کوئی خوبی نہیں کچھ عرصہ ہوا۔ لاہور میں دو مولوی صاحبان مجھ سے ملنے آئے۔ اور بطور تمسخر ایک نے پوچھا۔ کہ آپ کی تعلیم کہاں تک ہے۔ میں سمجھ گیا۔ کہ ان کا مقصد کیا ہے۔ میں نے کہا۔ کچھ بھی نہیں۔ کہنے لگے۔ آخر کچھ تو ہوگی۔ میں نے کہا۔

صرف قرآن جانتا ہوں

کہنے لگے بس قرآن۔ مجھے ان پر تعجب ہے۔ کہ ان کے نزدیک قرآن جاننا کوئی چیز ہی نہیں۔ اور انہیں اس پر خوشی۔ کہ ان کی تعلیم کچھ نہیں۔ پھر ایک نے پوچھا۔ انگریزی پڑھی ہوگی۔ میں نے کہا۔ پڑھتا تو تھا۔ مگر

ہر جماعت میں فیل

ہوتا تھا۔ کہنے لگے۔ تو پھر انگریزی بھی نہ ہوئی۔ اس کے بعد پوچھنے لگے۔ پرائیویٹ طور پر تو کوئی تعلیم حاصل کی ہوگی۔ میں نے کہا۔ وہ بھی قرآن ہی پڑھا ہے۔ اور واقعی یہ

امر واقعہ

ہے۔ میں ہر جماعت میں فیل ہوتا تھا۔ میری صحت کمزور تھی۔ اور اطباء نے کہا تھا۔ کہ اس کی تعلیم پر زور نہ دیا جائے۔ ورنہ اسے سل ہو جائیگی ایسے شخص کے متعلق اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام کرتا ہے کہ اے ابن رسول اللہ اٹھ اور ساری دنیا کو ایک ہاتھ پر جمع کر دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت بھی میری عمر چھوٹی تھی پھر

صدر انجمن کے بعض ممبر

یہ کہہ رہے تھے۔ کہ کوئی خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور وہ پروپیگنڈا کر رہے تھے۔ کہ خلافت کی ضرورت ہی نہیں۔ اور اس طرح گویا

خلافت کا نشان

ہی مٹانے میں لگے ہوئے تھے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جاتے۔ تو اس الہام کے پورے ہونے کا کوئی موقعہ نہ رہتا۔ پھر اس کے بعد بھی بعض

لوگ میری مخالفت کرتے رہے ہیں۔ اور اس کوشش میں لگے رہے ہیں۔ کہ مَیں خلیفہ نہ بن سکوں۔ حالانکہ مجھے کبھی اس کا وہم بھی نہ تھا۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے۔ مَیں گھر میں بیٹھا تھا۔ کہ مسجد مبارک میں جو ہمارے گھر سے ملحق ہے۔ خلافت کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہ جھگڑا کیا ہے۔ لیکن میرے کان میں آواز آئی۔ کہ ہم نے مولوی صاحب کے ہاتھ پر تو بیعت کر لی تھی۔ اب

ایک لونڈے کے ہاتھ پر

کس طرح بیعت کریں۔ مجھے کوئی وہم بھی نہ تھا۔ کہ مَیں بھی خلیفہ ہو سکتا ہوں۔ اس لئے میں نے بڑی حیرانی سے ایک صاحب سے جو اس مجلس میں شامل تھے۔ دریافت کیا۔ کہ یہ لونڈا کون ہے۔ جس کا ذکر ہو رہا تھا۔ انہوں نے بتایا۔ کہ وہ آپ ہی کے متعلق بات ہو رہی تھی۔ اللہ تعالےٰ گواہ ہے۔ اور میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کی جھوٹی قسم کھانا

لعنتیوں کا کام

ہے۔ کہ مجھے نہ تو کوئی اس کا علم تھا۔ اور نہ ہی طاقت تھی۔ جب حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوئے۔ تو میں نے اختلاف پر غور کیا۔ اور بہت غور کیا۔ جب میں نے یہ دیکھا۔ کہ جماعت کا ایک حصہ عقائد میں ہم سے خلاف ہے۔ تو میں نے کہا۔ کہ یہ لوگ ہماری بات تو نہیں مانیں گے۔ آؤ ہم ہی ان کی مان لیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے سب رشتہ داروں کو جمع کر کے کہا۔ کہ

سلسلہ میں اتحاد

سب چیزوں پر مقدم ہے۔ آؤ ہم ان لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ اور میں نے تجویز کیا۔ کہ سب سے پہلے مولوی محمد احسن صاحب کی بیعت کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ان پر اتفاق نہ ہو۔ تو سید حامد شاہ صاحب کا نام پیش کیا جائے۔ اور اگر ان پر بھی اتفاق نہ ہو تو مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے۔ مگر خدا تعالےٰ کی قدرت۔ کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے خیال کیا۔ کہ لوگ ضرور میری بیعت کریں گے۔ اور

انکارِ خلافت پر اصرار

کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لوگوں نے اصرار کیا۔ کہ میں بیعت لوں۔ اور مجھے بیعت لینی پڑی۔ پس میری خلافت

غیر معمولی حالات

میں ہوئی۔ اور اس الہام کے ماتحت ہوئی۔ اس کے بعد الہام کے دوسرے حصہ کے پورے ہونے کا وقت آیا۔ جب میں خلیفہ ہوا۔ اس وقت ہندوستان سے باہر احمدی نہ تھے۔ یا اگر تھے۔ تو وہ نسلاً ہندوستانی تھے۔ مگر اب خدا کے فضل سے انگلینڈ۔ امریکہ۔ جزائر امریکہ۔ ایران۔ شام۔ الجزائر۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ نیو گانا۔ گولڈ کوسٹ۔ لیگوس۔ شمالی مصر اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے مقامات پر جماعتیں ہیں۔ کئی مقامات پر اپنی مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالیاں دینے والے تھے۔ آپ پر

درود بھیجنے والے

پیدا ہو گئے ہیں۔ ایک انگریز نومسلم نے جو پہلے عیسائی تھا۔ مجھے خط لکھا۔ کہ کوئی رات ایسی نہیں۔ کہ میں سونے سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجوں۔ کہ آپ ایسا دین لائے۔ اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس لئے کہ آپ کے ذریعہ یہ صداقت مجھ تک پہونچی۔

چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے۔ اور اس کے بعد ایک ٹی پارٹی ہے۔ اس لئے اگرچہ مضمون ختم نہیں ہوا۔ تاہم تقریر کو میں ختم کرتا ہوں اور اگر رات کو جلسہ ہوا۔ تو میں کوشش کرونگا۔ کہ مضمون مکمل کر دوں۔

اس کے بعد میں ان سب

بھائیوں کا شکریہ

ادا کرتا ہوں۔ جو جلسہ میں آئے۔ اور محبت سے تقریر سنتے رہے۔ اور دُعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں ہدایت نصیب کرے۔ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ کہ میرے دل میں کسی کے لئے کوئی کپٹ کوئی کینہ یا بغض اور عناد نہیں۔ میں مخالفوں کے لئے بھی اپنے دل میں

محبت کے جذبات

رکھتا ہوں۔ اور اپنا مقصد یہی سمجھتا ہوں۔ کہ علاوہ اشاعت اسلام کے لوگوں میں باہم مودت پیدا کروں۔ اور اگر ہندو بھائیوں میں ہمارے ذریعہ سے اتحاد ہو سکے۔ تو میں اسے بہت بڑی کامیابی سمجھونگا۔ میں اپنی جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس مشن کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

لوگوں سے محبت اور پیار

بڑھائیں۔ ہمدردانہ تعلقات پیدا کریں۔ میری اپنی تو یہ حالت ہے۔ کہ میں جس نظر سے اپنے مخالفوں کو دیکھتا ہوں۔ شاید ان کے عزیز بھی انہیں نہ دیکھتے ہونگے۔ میرے دل میں ایک درد ہے۔ ایک تڑپ ہے۔ کہ وہ ایک ایسے مقام سے محروم ہیں۔ جس کے بغیر انسان کو

حقیقی راحت

حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت دے۔ ان کے قلوب کھول دے۔ اور ہمیں بھی توفیق دے۔ کہ سچائی کو پھیلا سکیں۔ اور اس کے لئے قربانی کر سکیں۔ ساری دُنیا کو بھائی بھائی بنا دیں اور توفیق دے۔ کہ محبت اور پیار سے تبادلۂ خیالات کر کے لوگوں کو اس نتیجہ پر پہونچنے کے مواقع بہم پہونچا سکیں۔ کہ جس پر پہونچنے سے انسانی زندگی کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد حضور تشریف لے گئے۔ اور پھر مغرب و عشاء کی نمازیں جلسہ گاہ میں پڑھانے کے بعد حسب ذیل تقریر فرمائی :-

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

مجھے افسوس ہے۔ کہ

ایک غلط فہمی کی وجہ سے

ہماری نماز ذرا دیر سے ہوئی۔ اور جلسہ کے وقت میں سے کچھ نماز کے لئے لینا پڑا۔ شرعاً تو مغرب و عشاء کی نمازوں کو دونوں وقتوں میں جمع کرنا جائز ہے۔ لیکن انتظام کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے تجویز یہ تھی۔ کہ مغرب کے ساتھ ہی عشاء کی نماز پڑھا دوں۔ اور اس کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع کر دی جائے۔ لیکن ایک غلط فہمی کی وجہ سے یہ توقف ہو گیا۔ اس لئے جو دوست وقت مقررہ پر تقریر سُننے کے لئے آئے۔ اور ان کو انتظار کرنا پڑا۔ میں ان سے

معذرت

چاہتا ہوں۔ ہماری کوشش تو یہی ہوتی ہے۔ کہ ہر کام وقت مقررہ پر ہو۔ مگر آج غلط فہمی کے باعث ایسا ہوا۔ اور میں جب نمازیں پڑھانے کے لئے آیا۔ تو دوست یہاں نہیں تھے۔

میں نے کہا تھا۔ کہ میری تقریر کا کچھ حصہ باقی ہے۔ اسے دوسرے وقت میں اگر ممکن ہوا۔ تو بیان کرونگا۔ اس وعدہ کے مطابق میں اب آیا ہوں۔ گو سارا دن ملاقاتوں اور پھر تقریر کی وجہ سے میری طبیعت جو پہلے ہی پیچش کی وجہ سے کمزور تھی۔ زیادہ ضعف محسوس کر رہی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ اگر کچھ وقت اور بول سکوں۔ تو یہ اس کمزوری کا اعلےٰ بدلہ ہوگا۔ اور اعلےٰ چیز کے لئے ہر شخص

ادنےٰ کو قربان

کر دیتا ہے۔

میں نے بیان کیا تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کے جو دلائل قرآن کریم نے بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپؐ علےٰ بینة من ربه تھے۔ یعنی خدا تعالےٰ کی طرف سے آپ کو ایسے دلائل حاصل تھے۔ جو آپؐ کی صداقت کو ظاہر کرتے۔ اور معترضین کو ساکت کرتے ہیں۔ اسی سنت کے مطابق جو اللہ تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے جاری کی۔ اس نے

بانیٔ سلسلہ احمدیہ

کے لئے بھی نشان دکھائے۔ اور اپنے پاس سے آپ کو بھی بینات دیں ان بینات میں سے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئیں بعض ظلی طور پر بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو بھی عطا ہوئیں۔ اور ان میں سے میں پیشگوئیوں کا ذکر کر رہا تھا۔ ان پیشگوئیوں میں سے ایک اور کا میں ذکر کرتا ہوں۔ جس سے پنجاب کا ہر شخص واقف ہے۔ اور وہ

طاعون کے متعلق پیشگوئی

ہے۔ طاعون بے شک پہلے بھی پھوٹتی رہی ہے۔ اور اس علاقہ میں بارہا جہانگیر کے وقت میں سخت طاعون پھوٹی تھی۔ اور اسی وجہ سے لوگ اس علاقہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ لیکن کسی امر کا ایک وقت ظاہر ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ کہ آئندہ کے لئے وہ نشان نہیں قرار پا سکتا۔

پیشگوئی کے معنی

اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر قبل از وقوع لوگوں کو بتانے کے ہیں پس اگر کسی امر کے متعلق پہلے سے خبر دے دی جائے۔ تو وہ پیشگوئی ہے۔ خواہ اس کا وقوع دنیا میں بکثرت ہوتا ہو۔ مثلاً دنیا میں روزانہ ہزارہا آدمی پیدا ہوتے ہوں گے لیکن باوجود اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشگوئی اولاد کی نسبت پیشگوئی ہی کہلاتی ہے۔ اسی طرح ہر انسان مرتا ہے لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو

بعض دشمنوں کی موت

کی خبر دی۔ وہ پیشگوئی ہی کہلاتی ہے۔ پس جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ طاعون تو دنیا میں آیا ہی کرتی ہے۔ ان کا اعتراض صحیح نہیں۔ کیونکہ گو طاعون پہلے بھی آتی رہی ہے۔ مگر یہ تو ضروری نہ تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے وقت میں ہندوستان میں آتی۔ پس جبکہ وہ آپ کے بتائے ہوئے وقت میں بتائی ہوئی علامات کے ساتھ اور بتلائے ہوئے علاقہ میں ظاہر ہوئی۔ تو اسے پیشگوئی کہا جائے گا۔ نہ کہ قیاس۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طاعون کی پیشگوئی براہین احمدیہ کے وقت یعنی

قریباً ۴۵ سال پہلے

کی تھی۔ اس وقت آپ کو الہام ہوا تھا۔ کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔" اس الہام میں بتایا گیا تھا۔ کہ آپ ایک دعویٰ کریں گے۔ لوگ اس کا انکار کریں گے۔ اور پھر خدا تعالےٰ قہری نشانوں سے اس دعوے کی تصدیق کرے گا۔ یہ

اجمالی پیشگوئی

تھی۔ اس کے بعد آپ نے دعویٰ کیا۔ اور عام طور پر ایسا سخت جوش آپ کے خلاف پیدا ہوا۔ کہ اب تو میں نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ پھر ایک جوش ہمارے خلاف پیدا ہو چکا ہے۔ ہاں درمیانی عرصہ میں اس کی نظیر ملنی محال ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ ملتان گئے۔ اور میری خواہش پر مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ میری عمر اس وقت ۷، ۸ سال ہوگی۔ واپسی پر لاہور بھی ٹھہرے۔ اور ڈبی بازار کے پاس رہنے والے کسی دوست کی خواہش پر اس کے گھر گئے۔ واپسی پر جب سنہری مسجد کے پاس سے آپ کی گاڑی گذر رہی تھی۔ تو میں نے دیکھا۔ لوگ آپ کو

گندی گالیاں

دیتے۔ اور پتھر مارتے تھے۔ پس اگرچہ بچہ تھا مگر اس وقت کا ایک نظارہ مجھے اب تک یاد ہے۔ ایک شخص جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ اور زرد رنگ کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ جن سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ زخم ابھی ہرے ہیں۔ وہ کٹے ہوئے بازو کو دوسرے ہاتھ پر مارتا جاتا۔ اور ہائے ہائے مرزا کہتا جاتا تھا یہ ایک ایسا نظارہ تھا جس کا میری طبیعت پر آج تک اثر ہے۔ تو اس زمانہ کی مخالفت کی یہ حالت تھی۔ کہ

انتہا درجہ کا جوش

تھا۔ آپ نے مخالفین کو بار بار توجہ دلائی۔ کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تم لوگ اللہ تعالےٰ سے دعا کرو۔ کہ اگر میں جھوٹا ہوں۔ تو مجھے تباہ کر دے۔ آپ لوگ میری مخالفت میں اپنے اخلاق کیوں تباہ کرتے ہیں۔ اگر میں حق پر ہوں۔ تو تم میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اور اگر ناحق پر ہوں۔ تو خدا خود بخود مجھے تباہ کر دیگا تمہیں مخالفت کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر لوگ مخالفت میں برابر بڑھتے گئے۔ تب ۱۸۹۴ء میں آپ نے

عربی میں ایک قصیدہ

لکھا جس میں مندرجہ ذیل اشعار لکھے:۔

فلما طغی الفسق المبید بسیلہ ۔ تمنیت لو کان الوباء المتبر
فان ہلاک الناس عند اولی النھی ۔ احب واولیٰ من ضلال یدمر

یعنے میں نے ہر طرح لوگوں کو سمجھایا۔ مگر لوگ نہ سمجھے۔ اور جب میں نے دیکھا۔ کہ نافرمانی حد سے بڑھتی جارہی ہے۔ اور بار بار توجہ دلانے جانے کے لوگ باز نہیں آتے۔ اور یہ طوفان گناہ انہیں خدا تعالےٰ سے دور سے دور تر لے جائے گا۔ تب میں نے دعا کی۔ کہ الٰہی اس حالت سے تو بہتر تھا۔ کہ یہ لوگ مرجاتے۔ کوئی وبا ایسی پڑے۔ کہ یہ لوگ جسمانی موت کا شکار ہو جائیں۔ کیونکہ جو لوگ عقل اور سمجھ رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ خدا کے حضور گنہگار ہو کر جینے سے مرنا ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس کے بعد کتاب سراج منیر میں جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ کہ

یا مسیح الخلق عدوانا

یعنے دنیا پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ اے دنیا کے لئے مسیح کے طور پر ظاہر ہونے والے ہم متعدی بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ تو ان سے ہمیں بچا۔ اس الہام میں صاف طور پر ایک سخت اور عام طور پر پھیلنے والی متعدی بیماری کی خبر دی گئی تھی بلکہ کئی متعدی وباؤں کی جن میں سے ایک طاعون ہے۔ اس کے بعد فروری ۱۸۹۸ء کے ابتدائی حصہ میں آپ کو الہام ہوا۔

الامراض تشاع والنفوس تضاع

یعنی ہندوستان میں کئی قسم کے امراض پھیلنے والے ہیں۔ جن سے ہزاروں لاکھوں جانیں ضائع ہوں گی۔ اس وقت تک تو عام الفاظ میں متعدی وباؤں کی خبر دی گئی تھی لیکن ۶ فروری کو وضاحت سے بتایا گیا۔ کہ ان وباؤں میں سے ایک وبا طاعون ہوگی۔ چنانچہ ۶ فروری ۱۸۹۸ء کو آپ نے رویا دیکھا۔ کہ خدا تعالےٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں

سیاہ رنگ کے پودے

لگا رہے ہیں۔ وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ آپ نے پوچھا۔ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ یہ

طاعون کے درخت

ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ اس وقت آپ پر یہ امر مشتبہ رہا۔ کہ اس نے یہ کہا۔ کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا۔ یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلیگا۔ یہ اس وقت کا رویا ہے۔ جب ابھی بمبئی میں تھوڑی تھوڑی طاعون پھوٹی تھی۔ اور پنجاب میں مطلق طاعون نہ تھی۔ اسی رویا کے شائع ہونے کے بعد پنجاب میں طاعون آئی۔ اور کیسی شدید آئی۔ لوگ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ ایک ایک سال کے اندر ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ آدمی مرے۔ بلکہ بعض اوقات تو ایک ایک ہفتہ میں

۲۵-۳۰ ہزار اموات

ہو جاتی تھیں۔ گویا ایک طوفان تھا۔ جو کسی طرح تھمنے میں نہ آتا تھا۔ بعض کی تو ہیبت ہی سے جان نکل جاتی تھی۔ اور

ہماری جماعت کا کثیر حصہ

ایسا ہے۔ جس نے اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر صداقت کو قبول کیا ہے۔

اس کے بعد میں ایک اور پیشگوئی لیتا ہوں جو قریب عرصہ میں پوری ہوئی ہے۔ اور اسے اختصار سے بیان کرتا ہوں۔ یکم جون ۱۹۰۴ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا

عفت الدیار محلہا ومقامہا

یعنی مکان اور عارضی مکانات جن میں پہاڑوں پر جاکر لوگ رہتے ہیں۔ تباہ ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے آپ کو پھر زلزلوں کی خبر دی۔ اور ان میں سے ایک میں اس کا مقام بھی بتا دیا۔ آپ نے ایک رویا میں دیکھا۔ کہ بشیر احمد کھڑا ہے۔ اور وہ ہاتھ سے شمال مشرق کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے۔ کہ زلزلہ اس طرف چلا گیا" (بدر جلد ۶ ع۱۸) اس پیشگوئی کے مطابق

نیپال اور بہار میں زلزلہ

آیا۔ جغرافیہ سے واقف لوگ جانتے ہیں۔ کہ نیپال اور بہار کا وہ حصہ جس میں زلزلہ آیا ہے۔ قادیان سے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس زلزلہ کی خبر کے ساتھ یہ بھی خبر تھی۔ کہ اس کے ساتھ طوفان بھی ہوں گے۔ اب دیکھ لو۔ کیسے واضح طور پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ قادیان سے شمال مشرق میں زلزلہ سے ہزارہا جانیں تلف ہو گئیں۔ اور ساتھ ہی طوفان کی وجہ سے صحنوں میں ندیاں چل پڑیں۔ اس

پیشگوئی کی عظمت

کا پتہ اس امر سے لگ سکتا ہے۔ کہ حکومت نے ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد ماہرین سیسمالوجی کو جاپان سے منگوایا تھا۔ اور وہ تحقیقات کر کے اس نتیجہ پر پہنچے تھے۔ کہ

ایک سو سال تک

اس ملک میں سخت زلزلہ نہیں آسکتا۔ جبکہ ظاہری علوم کے ماہر یہ خبر دے رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر دنیا کو بتایا۔ کہ قریب میں ہی ایک اور زلزلہ آنیوالا ہے۔ چنانچہ زلزلہ آیا۔ اور اس سے ایسی تباہی ہوئی۔ کہ ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کی تباہی بھی اس کے سامنے ہیچ ہے۔ حکومت کی رپورٹ کے مطابق

دس ہزار انسانی جانیں

تلف ہوئی ہیں۔ اور مالی نقصان کا اندازہ پندرہ بیس کروڑ تک پہنچتا ہے۔ جانوں کی تباہی کا اندازہ ابھی تک صحیح نہیں کیا جاسکتا نیپال کی تباہی کو ملاکر یقیناً ۲۰ ہزار سے زائد اموات نکلیں گی الٰہی بنہ کے پہچاننے کی ایک یہ علامت بھی ہوتی ہے کہ وہ انسانی ضرورتوں کو پورا کرے۔ کوئی انسان ایسا نہیں کرسکتا خصوصاً عقائد کے معاملہ میں کسی کو کیا خبر کہ خدا تعالےٰ کس بات سے راضی ہوگا۔ ایک فلسفی ایک تھیوری پیش کرتا ہے۔ اور دوسرا اس کا رد کر دیتا ہے۔ تاہم ہمیشہ وہی بات رہتی ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آئے۔ قرآن پاک خدا کی کتاب ہے۔ اور دیکھ لو۔ کونسا مسئلہ ہے۔ جو اس میں موجود نہیں

انسان کی پیدائش

سے لے کر موت تک اور اس کے بعد کے لئے تمام ضروری باتیں اس میں بیان کر دی گئی ہیں۔ بچپن جوانی رشادی۔ بڑھاپا ہر وقت کے فرائض بتا دیئے گئے ہیں۔ پھر سودا لینے اور دینے قرض لینے دینے۔ حکومت اور رعایا کے تعلقات۔ غلام و آقا۔ مزدور اور مزدوری کرانے والے۔ تاجروں اور گاہکوں۔ غرضیکہ کوئی پیشہ اور فن اور

زندگی کا کوئی پہلو

نہیں۔ جس کے لئے مکمل ہدایات اور پوری رہنمائی موجود نہ ہو اور کامل تعلیم اس کے لئے موجود نہ ہو۔ پھر ایسی معقول تعلیم کہ دنیا دھکے کھا کھا کر اس کی طرف آنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ پہلے یورپ میں

طلاق کے مسئلہ پر ہنسی

کی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ بعض مسلم لیڈر بھی یہ خیال کرنے لگ گئے تھے۔ کہ یہ حکم اس زمانہ کے لئے نہیں۔ سید امیر علی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ یہ مسئلہ صرف عربوں کے لئے تھا۔ وگرنہ اسلام کا یہ کوئی

مستقل مسئلہ

نہیں۔ گویا اہل یورپ کا آنا رعب تھا۔ کہ مسلمان بھی اسے اسلام سے خارج ہی قرار دینا چاہتے تھے۔ مگر اب یورپ میں اس کی اس قدر کثرت ہوگئی ہے۔ کہ وہ اپنی ذات میں عیب بن گیا ہے۔ میں نے ٹائمز میں پڑھا تھا۔ کہ ایک عورت فوت ہوئی ہے۔ جس نے بارہ خاوند کئے۔ ایک عورت نے اس لئے طلاق حاصل کی۔ کہ میرا خاوند مجھے چومتا نہیں۔ ایک نے اس وجہ سے طلاق حاصل کرنے کی درخواست دی۔ کہ میں نے ایک ناول لکھا تھا۔ میرا خاوند کہتا ہے۔ میں اسے شائع نہ کروں اس لئے میں اس کے گھر میں نہیں رہنا چاہتی۔ غرض ایسی ایسی چھوٹی باتوں پر طلاقیں شروع ہوگئی ہیں۔ لیکن اسلام نے بتایا ہے۔ کہ جب میاں بیوی آپس میں مل جائیں۔ تو پھر ان کا رشتہ نہ ٹوٹنا چاہیئے۔ مگر جب نہ مل سکیں۔ تو جدائی ہی بہتر ہے۔

جھگڑے کی صورت میں

پہلے باہم صلح کی کوشش کی جائے۔ اور اگر اس طرح کامیابی نہ ہو۔ تو دونوں کی طرف سے حکم بیٹھیں جو صلح کرانے کی کوشش کریں لیکن جب نباہ کی کوئی صورت بھی نہ بن سکے۔ تو پھر طلاق کی اجازت ہے۔ مسلمانوں کی اس حالت کو نہ دیکھو۔ کہ باہر کسی سے لڑکر آئے۔ کھانے میں نمک ذرا کم بیش ہوا۔ تو جھٹ بیوی کو کہہ دیا۔ تم پر تین طلاق۔ یہ

جہالت کی باتیں

ہیں۔ اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ قرآن کریم نے طلاق کے لئے شرائط مقرر کی ہیں۔ اور ان پر عمل کرنا ضروری رکھا ہے اور یہ ایسی چیز ہے۔ جس کی ضرورت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا میں بتا رہا تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

دنیا کی ساری ضرورتوں کو پورا کیا

ہے۔ دوسری مثال اس کی یہ ہے۔ کہ آپ نے بدی کو چھوڑنے کی طاقت لوگوں کے دلوں میں پیدا کی۔ امریکہ نے شراب نوشی کی ممانعت کا قانون پاس کیا۔ مگر وہ طاقت نہ پیدا کر سکا۔ جو شراب ترک کرنے کے لئے ضروری تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف شراب سے نہ روکا۔ بلکہ وہ طاقت پیدا کی۔ جس سے اسے چھوڑا جا سکتا ہے۔ اور یہی فرق ہے اسلام میں اور دنیوی طاقتوں و حکومتوں میں۔ کسی چیز کو حرام قرار دینے اور لوگوں سے اسے چھڑانے کے لئے بھی ایک طاقت چاہیئے۔ کیونکہ یہ ایک قربانی ہے۔ جو بغیر طاقت کے نہیں ہوسکتی۔ اور یہ طاقت دنیوی نہیں۔ بلکہ وہ طاقت ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اور جسے

قوت قدسیہ

کہا جاتا ہے۔ بو علی سینا کے متعلق لکھا ہے۔ کہ آپ ایک دفعہ کوئی مسئلہ بیان کر رہے تھے۔ ان کی تقریر سنکر ایک شاگرد لٹو ہوگیا۔ اور مستی میں آکر کہنے لگا۔ خدا کی قسم آپ تو محمد رسول اللہ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ وہ ایک

فلسفی اور نیک آدمی

تھے۔ اس وقت تو خاموش رہے۔ جب سردی کا موسم آیا۔ عراق میں سردی بہت پڑتی۔ اور پانی جم جاتا ہے۔ وہ ایک تالاب کے پاس بیٹھے تھے جو بالکل یخ بستہ تھا۔ اسی شاگرد کو انہوں نے کہا۔ کہ اس تالاب میں کود پڑو۔ اس نے جواب دیا۔ کہ آپ اتنے بڑے طبیب ہوکر

ایسی جہالت کی بات

کہتے ہیں۔ وہ کہنے لگے۔ بے حیا تجھے یاد نہیں۔ تو نے ایک دفعہ کہا تھا۔ کہ تم محمد رسول اللہ سے بھی بڑھ کر ہو۔ محمد رسول اللہ کے تو

ایک اشارے پر

ہزاروں لوگوں نے جانیں فدا کر دیں۔ مگر تو میرے کہنے پر اس تالاب میں بھی نہیں کودتا تو اصل چیز

قوت قدسیہ

ہے۔ جب امریکہ نے شراب کی بندش کے احکام جاری کئے۔ تو میں نے اس وقت بھی کہا تھا۔ کہ اس میں دیکھنے والی بات یہی ہے۔ کہ وہ اس پر عمل بھی کرا سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اور وقت آگیا ہے۔ کہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ

اسلام اور دنیوی حکومتوں کی طاقتیں

کتنا بڑا فرق رکھتی ہیں۔ اب امریکہ جہاں سے چلا تھا۔ وہیں واپس آگیا۔ اور اس نے ممانعت شراب کے قانون کو منسوخ کر دیا ہے لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا

کیا عجیب واقعہ

ہے۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ شراب منع ہے۔ اور سب جانتے ہیں۔ کہ نشہ والے شخص کو کوئی ہوش نہیں ہوتا۔ مجھے تو اس کا تجربہ نہیں باہر رہنے والوں کو تو ایسے لوگوں کو دیکھنے کے مواقع عام طور پر ملتے رہتے ہیں۔ ہاں ایک دفعہ مجھے یاد ہے۔ میں گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔ اسی کمپارٹمنٹ میں

ایک ریاست کے وزیر صاحب

بیٹھے تھے۔ جنہیں میں نہیں پہچانتا تھا۔ مگر وہ مجھے جانتے تھے کہنے لگے۔ کیوں مرزا صاحب آپ کی کیا خاطر کروں۔ اور اسی فقرہ کو بار بار دہرانا شروع کیا۔ پھر ایک اور صاحب بیٹھے تھے انہیں کہنے لگے۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ جگہ کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ پھر ایک سکھ ای۔ اے۔ سی آگئے۔ ان سے بھی یہی کہنا شروع کر دیا۔ کہ آپ کی کیا خاطر کروں۔ میں نے سمجھا۔ انہیں کوئی مرض ہے۔ مگر کسی نے بتایا۔ کہ نہیں۔

نشہ کی حالت

ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا۔ کہ شراب منع ہے تو اس وقت مدینہ میں ایک دعوت ہو رہی تھی۔ شراب کے مٹکوں کے مٹکے بھرے رکھے تھے۔ اور لوگ پی پی کر مست ہو رہے تھے۔ کہ گلی میں سے ایک شخص اعلان کرتا ہوا گذرا۔ کہ محمد رسول اللہ نے شراب منع کر دی ہے۔ ایک شخص اٹھا۔ کہ باہر جا کر معلوم کروں کہنے والا کیا کہتا ہے۔ مگر دوسرا اسی نشہ کی حالت میں اٹھا۔ اور سونٹا ملکر

مٹکوں کو توڑ دیا

کہ پہلے شراب کو زمین پر بہا کر پھر دریافت کریں گے۔ اس کے مقابل میں امریکہ کی حالت دیکھو۔ کہ جن کو حکم دیا گیا۔ وہ ہوش میں تھے۔ پھر اس قانون کا نفاذ کرانے کے لئے کروڑوں روپیہ تنخواہ لینے والے سپاہی تھے۔ مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ کوئی فوج تھی نہ پولیس

مخمور لوگوں کے کان میں

آپ کی آواز پڑتی ہے۔ اور وہ یہ بھی برداشت نہیں کرتے۔ کہ پوچھ لیں۔ اعلان کا کیا مطلب ہے۔ اور اسی وقت شراب کے مٹکے توڑ دیتے ہیں۔ اور پھر شراب کی شکل تک دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے کام ہوتے ہیں۔ میرے پاس ایک دفعہ

ایک جماعت بہائیوں کی

آئی۔ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ بہاء اللہ نئی شریعت لائے تھے۔ ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے کہا۔ کہ میں ایک بات پیش کرتا ہوں۔ دنیا کو ضرورت تھی۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آکر اسے پورا کیا۔ اور آپ کی آمد سے دنیا کی ضرورتیں پوری ہو گئیں۔ اب آپ لوگ کہتے ہیں۔ بہاء اللہ آئے۔ اور نئی شریعت لائے۔ لیکن تم کوئی ایسا مسئلہ بتاؤ۔ جس کی ضرورت دنیا کو ہو۔ مگر وہ قرآن کریم میں نہ ہو۔ میں یہ بات ہمیشہ بہائیوں کے سامنے پیش کرتا رہا ہوں۔ مگر آج تک کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے

سفر انگلستان کے دوران میں

ایک مشہور بنکر کی جو ہانگ کانگ میں کام کرتا ہے۔ بیوی مجھ سے ملنے آئی۔ وہ بہائی ہے۔ اس کے سامنے یہ بات جب میں نے پیش کی تو وہ کہنے لگی۔ میں بتاتی ہوں۔ اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب ایک ہی بیوی رکھنی چاہیئے۔ بہاء اللہ نے

اس حکم کی اصلاح

کی ہے۔ میں نے کہا۔ اول تو یہ امر بحث طلب ہے۔ کہ شادی ایک ہی چاہیئے۔ یا زیادہ کی بھی اجازت ہو سکتی ہے لیکن اس امر کو تسلیم کر کے میں پوچھتا ہوں۔ کہ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ کہ خود

بہاء اللہ کی دو بیویاں

تھیں۔ اگر دنیا کے سب لوگوں کو صرف ایک بیوی کی ضرورت تھی۔ اور اسی بات کو رائج کرنے کے لئے وہ آئے تھے۔ تو انہوں نے خود کیوں دو کیں۔ اور پھر اپنے بیٹے عباس کو کیوں کہا۔ کہ تمہارے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ اس لئے دوسری شادی کر لو۔ پہلے تو اس نے ان اتفاقات کا سرے سے انکار کر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ایک ایرانی بہائی عورت تھی۔ میں نے کہا۔ اس سے پوچھو۔ کیا یہ باتیں درست ہیں یا نہیں۔ میرے اصرار پر اس نے پوچھا۔ تو اس ایرانی بہائی عورت نے جواب دیا۔ کہ ہم مانتے ہیں۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ مگر وہ دعویٰ سے پہلے کی تھیں۔ میں نے کہا جب وہ

خدا تعالےٰ کا بروز

تھے۔ تو کیا وہ پہلے سے نہ جانتے تھے۔ کہ میں نے یہ تعلیم دینی ہے۔ مگر خیر اس بات کو بھی جانے دو۔ یہ بتاؤ۔ کہ بعد میں کیا ہوا۔ وہ کہنے لگی۔ دعویٰ کے بعد انہوں نے ایک کو بہن قرار دے دیا۔ میں نے کہا اول تو یہ صریح ظلم ہے۔ کہ ایک کو بیوی رکھا۔ اور دوسری کو بہن بنا لیا مگر اسے بھی جانے دو۔ اور یہ بتاؤ۔ کہ کیا اس عورت کے بطن سے کہ جسے انہوں نے بہن قرار دے دیا تھا۔ آخر تک اولاد ہوتی رہی۔ یا نہیں۔ کیا وہ اولاد اپنی بہن سے پیدا کر رہے تھے۔ یہ بات سنکر وہ شرمندہ ہو گئیں۔ ان کے ساتھ ایک امریکن لیڈی تھی۔ کہ وہ بھی اپنے آپ کو بہائی کہتی تھی۔ یہ باتیں سنکر وہ کھڑی ہو گئی۔ اور جوش سے کہنے لگی۔ میں اسلام کو مانتی ہوں۔ بہائیت کو نہیں

غرض اس وقت تک کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوئی۔ کہ جس کی دنیا کو ضرورت ہو۔ اور قرآن کریم میں مذکور نہ ہو۔ اور میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ

دنیا کا کوئی انسان

کسی علم سے اعتراض کرے۔ میں انشاء اللہ العزیز قرآن کریم سے ہی اسے جواب دوں گا۔ اور میرا دعویٰ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آکر دنیا کی ضرورتوں کو پورا کر دیا۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی آکر یہ بات کی ہے۔ یعنی دنیا کی ضرورتوں کو پورا کیا ہے۔ قرآن کریم آخری کتاب ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ مگر اس کے باوجود اس کے ماننے والوں نے اس سے اعراض کر کے اس کے علوم کو کھو دیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

قرآن کریم کے علوم

کو پھر دنیا میں رائج کیا۔ اور اس کے مخفی خزانوں کو ظاہر کیا۔ مثال کے طور پر میں بیان کرتا ہوں۔ کہ مسلمانوں میں باوجود قرآن کی صریح خلاف تعلیم کے یہ عقیدہ پیدا ہو گیا تھا۔ کہ نبوت صرف بنی اسرائیل میں چلی آئی ہے۔ صرف چند انبیاء ہیں۔ مثلاً حضرت ایوبؑ۔ حضرت ھودؑ۔ حضرت صالحؑ۔ حضرت شعیبؑ وغیرہ جو باہر سے آئے۔ وگرنہ سوائے بنی اسرائیل کے کسی اور قوم میں کوئی نبی نہیں آیا۔ حالانکہ سورۂ فاتحہ کے شروع میں ہی اللہ تعالےٰ نے اپنے کو

رب العالمین

فرمایا ہے۔ یعنی سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اس کی دلیل کیا ہے۔ کہ سورج۔ چاند۔ پانی۔ ہوا۔ اور زندگی کے دوسرے سامان اس نے

سب کے لئے یکساں طور پر

پیدا کئے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ان سب سے بڑھ کر روحانی چیز ہو سکتی ہے۔ اس لئے سوچنا چاہیئے۔ کہ جب خدا تعالےٰ نے جسمانی زندگی کے سامان پیدا کئے ہیں۔ تو روحانی پانی سے کیوں محروم رکھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد تو بے شک کوئی شخص آپ پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں پا سکتا۔ مگر آپ سے پہلے جو انبیاء مبعوث ہوئے۔ انہیں تو جو لوگ ماننا چاہتے تھے۔ ان کو بھی وہ اپنی جماعت میں شامل نہیں کرتے تھے۔ حضرت مسیحؑ نے بھی کہا ہے

اپنے موتی سوروں کے آگے

مت ڈالو۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ دوسروں تک میری لائی ہوئی ہدایت کو نہ پہنچاؤ۔ کیونکہ وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی تھے اور ظاہر ہے۔ کہ جب اپنے ملک میں ہی رہنے والی دوسری قوم کے متعلق وہ کہتے ہیں۔ کہ میری ہدایت سے اس کا تعلق نہیں۔ تو چین وجاپان کا کوئی شخص اگر ان کے پاس چلا جاتا تو وہ اسے سوروں سے بھی بدتر بتاتے۔ ہندوؤں میں

سمندر کے سفر کو بے دینی

سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اس لئے ان کا مذہب اہل عرب کو کیا فائدہ دے سکتا تھا۔ پس ضروری تھا۔ کہ سب اقوام اور سب ممالک کے

علیحدہ علیحدہ نبی

آتے۔ عقل سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جسمانی زندگی کے سامان تو سب کے لئے یکساں پیدا کئے ہوں۔ مگر روحانی زندگی کے سامان کو کسی قوم سے مخصوص رکھا ہو۔ حضرت مرزا صاحب نے آکر بتایا۔ کہ قرآن شریف میں صاف طور پر آیا ہے۔ کہ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ اور آپ نے اعلان کیا۔ کہ رام۔ کرشن۔ زرتشت کنفیوشس وغیرہ سب

اللہ تعالےٰ کے رسول

تھے۔ جو اپنی اپنی قوموں کی طرف ہدایت لے کر آئے تاکہ دنیا کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد کے لئے تیار کریں۔ باوجودیکہ یہ بات قرآن کریم میں صاف طور پر موجود ہے۔ مگر پھر بھی مسلمانوں کیلئے یہ

اچنبھا خیال

تھا۔ اور آپ پر کفر کے جو فتوے لگائے گئے۔ ان میں ایک وجہ تکفیر یہ بیان کی گئی

کہ یہ شخص کافروں کو نبی قرار دیتا ہے۔ غور کرو۔ قرآن کریم سے کس قدر بیگانگی ہے۔ اگر وہ لوگ نبی نہ تھے۔ تو بتاؤ ان اقوام کے لئے کون نبی تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے کیا سامان مہیا کئے تھے۔ خدا تعالیٰ کے متعلق یہ ایک غلطی تھی۔ جسے حضرت مرزا صاحب نے آکر دور کیا۔ اور اس طرح عقل سلیم کے ایک مطالبہ کو پورا کر کے لوگوں کو اطمینان عطا کیا۔

ایک اور غلطی

یہ تھی۔ کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور پھر استقامت دکھاتے ہیں۔ ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ جو ان کو تسلی دیتے ہیں۔ کہ کوئی حزن و غم نہ کرو۔ لیکن باوجودیکہ یہ آیت قرآن کریم میں موجود ہے۔ مگر مسلمان خیال کرتے تھے۔ کہ

وحی کا دروازہ بند

ہو چکا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے صاف طور پر بتایا ہے کہ وحی شریعت بند ہے۔ نہ کہ دوسری وحی۔ تو مسلمانوں میں یہ عام غلطی تھی کہ خدا تعالےٰ اب کسی سے کلام نہیں کرتا۔ حالانکہ جو بولتا نہیں۔ اس کے متعلق یہ یقین کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ وہ سنتا ہے کسی کے بولنے سے ہی پتہ لگتا ہے کہ وہ سنتا بھی ہے۔ کسی شخص کو آواز دو۔ نہ بولے تو سمجھو گے بہرا ہے۔ مگر یہ

بڑی عجیب بات

ہے۔ کہ مسلمان کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو پکارتے جاؤ۔ مگر وہ جواب کبھی نہیں دیتا۔ اور جب لوگوں نے یہ سمجھ لیا۔ کہ خدا تم سنتا نہیں۔ کیونکہ وہ بولتا نہیں۔ تو اس کی طرف توجہ ہی چھوڑ دی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بھی ان کی طرف توجہ چھوڑ دی۔ لوگوں کا

دعا پر سے عقیدہ

بھی اٹھ گیا۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ دعا سے سب مصیبتیں دور ہو سکتی ہیں۔ مگر دعا کی طرف انسان کی توجہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جواب بھی ملے لیکن اگر خالی پکارتے جاؤ اور آگے سے کچھ جواب نہ ملے۔ تو یہ تو ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی تمہیں کو پکارتا جائے۔

اولیاء کے تذکرہ

کی کسی کتاب میں ہے۔ کہ ایک بزرگ سالہا سال سے روزانہ ایک دعا کیا کرتے تھے۔ اور روزانہ ہی ان کو جواب ملتا تھا۔ کہ تیری یہ دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ ایک دفعہ ان کا کوئی مرید ان کے پاس آکر رہا۔ رات کے وقت انہوں نے دعا کی۔ تو یہی آواز آئی۔ جو مرید کو بھی سنائی دی۔ وہ بہت حیران ہوا۔ کہ اتنے بڑے بزرگ ہیں۔ اور جواب ایسا ملا ہے۔ اگلے روز پھر انہوں نے دعا کی۔ اور پھر وہی جواب ملا۔ جو مرید نے بھی سنا۔ تیسرے دن جب وہ دعا کرنے لگے۔ تو مرید نے کہا کہ

بے شرمی کی کوئی حد

ہونی چاہیئے۔ دو دن سے ایسا جواب مل رہا ہے۔ اور آپ پھر وہی دعا کرنے لگے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیوقوف تیرا کام دعا کرنا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا قبول کرنا یا نہ کرنا۔ میں اپنا کام کئے جاتا ہوں۔ وہ اپنا۔ اسی وقت ان کو الہام ہوا۔ کہ ہم نے تیرا استقلال دیکھ لیا ہے۔ اور تیری بیس سالہ

سب دعائیں قبول

ہیں۔ چونکہ ان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے جواب مل جاتا تھا۔ اس سے ان کا ایمان بڑھتا رہتا تھا۔ کہ میرا خدا زندہ خدا ہے۔ ورنہ وہ کبھی اتنا لمبا عرصہ دعا نہ کرتے۔ دوسرے ہی روز چھوڑ دیتے۔ تو یقین جواب سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں یہ

ایک بہت بھاری غلطی

تھی۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر دور کیا۔ آپ نے بتایا کہ اللہ تعالےٰ کے صفات میں تعطل نہیں ہو سکتا جس طرح وہ پہلے بولتا تھا۔ اب بھی بولتا ہے۔ اب بھی اس کی سب صفات جاری ہیں۔ جس طرح وہ پہلے پیدا کرتا اور مارتا تھا۔ جس طرح پہلے رزق دیتا تھا۔ اب بھی ویسے ہی کرتا ہے۔ اور جب وہ سب کچھ پہلے کی طرح اب بھی کرتا ہے تو اس کا بولنا کیوں بند ہو گیا۔ خدا تعالیٰ کے نہ بولنے کا عقیدہ ایک ایسی

نامعقول بات

ہے۔ جسے عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی۔ اس کے علاوہ کلام الٰہی کے بارہ میں مسلمانوں کا ایک عقیدہ

اسلام کے لئے سخت نقصان

کا موجب ہو رہا تھا۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ قرآن کریم پر ایمان لانے کے مدعی ایک ایسا عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ جس کی بنا پر دشمن کو قرآن کریم پر ہر قسم کے اعتراضات کرنے کا موقعہ مل جاتا تھا۔ یعنی وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ قرآن کریم میں بہت سی آیات موجود ہیں۔ مگر دراصل وہ منسوخ ہیں۔ غور کرو۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہو رہا تھا۔ بعض نے ایسی آیات کی تعداد گیارہ سو۔ بعض نے سات سو بعض نے چھ سو بعض نے چار سو اور اسی طرح مختلف لوگوں نے مختلف بیان کی ہیں۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے۔ کہ ایسی آیات صرف پانچ ہیں۔ ایسی آیات کے متعلق عقل سے ہی استدلال کیا جاتا ہے۔ اور سوچو کہ اس سبب سے دشمن کو

اعتراض کا کتنا موقعہ

مل سکتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یقینی طور پر تو کسی کو یہ معلوم نہیں۔ کہ کون سی آیات منسوخ ہیں۔ اس لئے قرآن کریم کا اعتبار ہی کیا ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے جو آیت تم صداقت کے لئے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہو۔ وہ منسوخ ہو چکی ہو۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے آکر اس یقین کے ساتھ اس عقیدہ کی تردید کی۔ کہ قرآن کریم

ایک زندہ کتاب

بن گئی۔ یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اس کے متعلق مسلمانوں میں خیال ہو گیا تھا۔ کہ اس کا رد کرنا کفر میں داخل ہو گیا ہے اور بڑی دلیری سے کہتے تھے۔ کہ فلاں فلاں آیت منسوخ ہے۔ حالانکہ ایسا کرنے سے

اسلام پر ایمان

ہی نہیں رہ سکتا۔ اور حضرت مرزا صاحب نے اس عقیدہ کی تردید کر کے جو کام کیا ہے۔ وہی اتنا بڑا ہے کہ اسے ہی اگر مسلمان سمجھیں۔ تو انہیں ماننا پڑے گا۔ کہ آپ کے لئے یہی چیز بینۃ من ربہ تھی۔ جس سے آپ نے دنیا کو

ایک نئی زندگی

بخشی۔ آیات کو منسوخ قرار دینے کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ لوگ ان معارف کا جو قرآن کریم میں ہیں۔ انکار کر رہے تھے۔ اور اپنی ناسمجھی سے جن باتوں کو سمجھ نہ سکتے۔ انہیں منسوخ قرار دے رہے تھے مثلاً قرآن کریم میں ایک طرف

کفار سے جنگ کا حکم

ہے۔ اور دوسری طرف یہ کہ دین میں جبر نہ کرو۔ اب دونوں میں تطبیق نہ کر سکنے کی وجہ سے انہوں نے یہ کہدیا کہ لڑائی کا حکم منسوخ ہے۔ حالانکہ دونو کے علیحدہ علیحدہ مواقع ہیں۔ ایک جگہ تو یہ بتایا ہے۔ کہ مذہبی معاملہ میں کسی پر کوئی جبر نہ کرو۔ اور دوسری جگہ یہ تعلیم ہے کہ اگر کوئی حملہ کرے۔ تو

دین کی حفاظت کیلئے

اس سے ضرور لڑو۔ اس تعلیم کو جہاں جی چاہے پیش کرو۔ اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

تیسری غلطی

ملائکہ کے متعلق

تھی۔ بعض کہتے تھے۔ کہ ان کا وجود ثابت نہیں۔ بعض بڑے بڑے محققین نے لکھا ہے کہ یہ صرف صفات الٰہیہ ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم نے ان کے وجود پر اتنا زور دیا ہے۔ کہ کسی طور پر انکار ممکن ہی نہیں۔ بعض نے یہ دھوکہ کھایا ہے کہ فرشتے

آدمیوں کی طرح زمین پر اتر آتے ہیں۔ گویا بعض نے ان کا مادی وجود قرار دے دیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا۔ کہ دو فرشتے

ہاروت و ماروت

ایک کنچنی پر عاشق ہو گئے تھے۔ اور اس وجہ سے بابل کے ایک کنوئیں میں آج تک مقید ہیں۔ اسی سلسلہ میں شیطان کو بھی فرشتہ قرار دے دیا گیا۔ حالانکہ قرآن کریم میں صاف ہے کہ فرشتے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے۔ پھر بعض نے سرے سے فرشتوں کے وجود کا ہی انکار کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر بتایا۔ کہ دونوں عقائد

قرآن کریم کے خلاف

ہیں۔ قرآن کریم میں صاف طور پر ہے۔ کہ ان کا وجود ہے۔ مگر یہ نہیں۔ کہ وہ مادی جسم اختیار کر کے کسی جگہ جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہو۔ تو جس وقت فرشتہ زید کی جان نکالنے کے لئے ایک جگہ جائے۔ اور اسی وقت بکر کی جان نکل رہی ہو۔ تو وہ کون نکالے اصل بات یہ ہے۔ کہ جس طرح سورج اپنے مقام سے

ساری دنیا کو منور کرتا ہے

اسی طرح ملائکہ بھی اپنے مقام سے ہی ہر جگہ کام کرتے ہیں۔ سورج وہی ہے۔ جو اپنی جگہ کھڑا رہتا ہے۔ سورج کی جو ٹکیہ ہم دیکھتے ہیں۔ یہ تو اس کی شعاعوں کا مجموعہ ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے یہ دھوکا کھایا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرشتوں کے منکر ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں

چوتھی چیز

عصمت انبیاء

ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انبیاء اللہ تعالےٰ سے ہدایت لے کر لوگوں کی راہ نمائی کے لئے آتے رہتے ہیں اور وہ ہر قسم کے گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب سے پہلے مسلمانوں کا یہ خیال تھا۔ کہ انبیاء بھی گناہ کر لیتے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے چوری کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ انہوں نے ناحق خون کر دیا۔ حالانکہ اس کا مطلب کچھ اور ہے۔ غرضکہ

سب انبیاء پر الزام

لگاتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے آکر بتایا کہ انبیاء نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر نمونہ گندہ ہو۔ تو دوسرے اس سے کیا ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔ اور جب یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ جنکو اللہ تعالیٰ لوگوں کی اصلاح کے لئے بھیجتا ہے۔ وہ گندے ہوتے ہیں۔ تو لوگوں کا

پاک بننے سے مایوس ہو جانا

لازمی ہے۔ اور اس عقیدہ کے نتیجہ میں مایوسی مسلمانوں میں پیدا ہو چکی تھی۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ایک مقدمہ میں شہادت دیتے ہوئے

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

نے یہاں تک کہدیا۔ کہ جھوٹ بول کر بھی انسان متقی رہ سکتا ہے۔ یہ نقائص اسی وجہ سے پیدا ہوئے۔ کہ سمجھ لیا گیا تھا۔ نبی جھوٹ بول سکتے ہیں۔ مگر آپ نے بتایا۔ کہ نبی گنہگار نہیں ہوتے وہ

خدا کی عصمت کے نیچے

ہوتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بطور دلیل پیش کیا۔ اور اعلان کیا کہ میرا کوئی عیب پکڑو۔ اور جب تم مجھ میں کوئی عیب نہیں نکال سکتے۔ تو پہلے انبیاء کو کس طرح گنہگار قرار دے سکتے ہو

ایک اور ظلم کی بات

یہ تھی۔ کہ مسلمان سمجھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی ماں تو مس شیطان سے پاک ہیں۔ مگر باقی سب انسانوں کو شیطان نے چھوا ہے حتیٰ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی زمرہ میں شامل کیا جاتا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے اس کا بھی رد کیا۔ اور بتایا۔ کہ اس عقیدہ سے نبوت پر پانی پھر جاتا ہے۔ اور قرآن و احادیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق صاف طور پر موجود ہے۔ کہ آپ

نیکیوں کا مجموعہ

تھے۔ اگر احادیث میں یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم مس شیطان سے پاک تھے۔ تو یہ بھی تو لکھا ہے۔ کہ

ہر مومن مرد و عورت

جب ملیں۔ تو دعا کریں۔ کہ اے اللہ ہمارے اس میل کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہو۔ وہ شیطان کے مس سے پاک ہو۔ دراصل ایمان حضرت عیسےٰ اور حضرت مریم کو مشابہت کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور بتایا ہے۔ کہ مومن کی مثال عیسےٰ اور مریم کی سی ہوتی ہے اور جو لوگ عیسوی یا مریمی صفات اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں۔ وہ پاک ہو جاتے ہیں۔ غرضکہ یہ ایک ایسا

خطرناک حملہ

تھا جسکی وجہ سے ہزارہا لوگ عیسائی ہو گئے۔ عیسائیوں کیطرف سے یہ امر حضرت عیسیٰؑ کی فضیلت کے ثبوت میں پیش کیا جاتا تھا کہ بتاؤ جب سب لوگوں کو سوائے حضرت عیسیٰ کے شیطان نے مس کیا ہے۔ اور تم اسے مانتے ہو۔ تو پھر بانیٔ اسلام اور دیگر انبیاء پر ان کی فضیلت ثابت ہے۔ اور مسلمانوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ مگر باوجود اس کے وہ اس عقیدہ کو اس قدر ضروری سمجھتے تھے۔ کہ ہم پر ناراض ہوتے ہیں۔ کہ کیوں ہم اس کے خلاف کہتے ہیں۔

ایک اور

بہت بڑی غلطی

یہ تھی۔ کہ ایک طرف تو یہ کہتے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔ اور دوسری طرف یہ کہ حضرت مسیح دوبارہ آئیں گے۔ ساتھ ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کی جاتی۔ کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ یعنی اگر موسےٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے۔ تو میری اتباع کے سوا انہیں چارہ نہ ہوتا۔

مخالفین کیطرف سے اعتراض

کیا جاتا تھا۔ کہ جب حضرت عیسیٰ دوبارہ آئیں گے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح کریں گے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم آپ سے افضل کسطرح ہو سکتے ہیں۔ اور ہم کس طرح مان لیں۔ کہ اگر وہ آپ کی زندگی میں ہوتے۔ تو ضرور آپکے تابع ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو مسیح کا نام اس لئے دیا۔ تا یہ اعتراض دور ہو۔ کیونکہ آپ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کی۔ اور آپکو جو کچھ حاصل ہوا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا۔

چھٹی چیز جہاد ہے۔ جسکی طرف میں پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں پھر اور غلط عقائد نے بھی

مسلمانوں کو سخت نقصان

پہنچایا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ جب دوبارہ آئیں گے۔ تو کافروں سے جنگ کر کے سب کو مار دیں گے۔ اور سب کچھ مسلمانوں کے قبضہ میں دیدیں گے۔ اسی وجہ سے حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ آپ نے جہاد کا انکار کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے حالانکہ آپ نے انکار نہیں کیا۔ جہاں قرآن

جہاد فرض

قرار دیتا ہے۔ وہاں کرنا اب بھی فرض ہے جب کوئی اس غرض سے حملہ کرے۔ کہ مسلمانوں سے ان کا دین چھڑائے۔ تو حملہ آور سے جو جنگ نہیں کرتا۔ وہ مسلمان نہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہ خیال رکھنے کا کہ وہ جبراً سب کو مسلمان بنائیں گے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلمانوں نے تبلیغ چھوڑ دی۔ بلکہ ہر قسم کی ترقی کے لئے جدوجہد ترک کر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر آمد عیسیٰ کا انتظار کرنے لگے۔ اور اس وجہ سے ہر جگہ وہ ناکام ہو گئے۔ اسلام غریب الدیار کی طرح ہو گیا۔ ایک زمانہ تھا جب

ایک مسلمان عورت

عیسائی بادشاہ کے قبضہ میں آگئی۔ خلفاء بغداد جب برائے نام رہ گئے۔ تو عیسائیوں نے شام کو فتح کیا۔ اور ایک مسلمہ کو پکڑ کر اس کی بے حرمتی کی۔ اور نقاب وغیرہ اتارا۔ اس وقت اس نے کہا۔ کہاں ہے خلیفۃ المسلمین کہ

ایک مسلمہ کی بے حرمتی

ہو رہی ہے۔ اور وہ اسکی حفاظت نہیں کرتا۔ ایک سوداگر کے کان میں یہ آواز پہنچی۔ اس نے آکر خلیفہ بغداد سے اس کا ذکر کیا۔ یہ وقت وہ تھا جب

یورپ کی ساری فوجیں

مسلمانوں کے خلاف جمع تھیں۔ اور مسلمان شکست کھا چکے تھے۔ مگر پھر بھی خلیفہ نے جب یہ بات سنی۔ تو اس نے فوراً کہا۔ کہ خدا کی طرف سے جو فرض مجھ پر عائد ہے۔ میں اسے ضرور ادا کروں گا۔ وہ گرا ہوا۔ بلکہ مردہ خلیفہ اٹھا۔ اور اس نے کہا جب تک میں اس عورت کو نہیں چھڑا لیتا۔ آرام نہ کروں گا۔ چنانچہ وہ فوج لے کر گیا۔ شام کو فتح کیا۔ اور

عورت کو چھڑا کر واپس لایا لیکن آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے۔ کہ اگر کوئی خانہ کعبہ پر بھی حملہ کرے۔ تو وہ کچھ نہیں کرینگے

ہم پر اعتراض کیا جاتا ہے

ترکی خلیفہ کی شکست

پر خوش ہوئے۔ حالانکہ ہم تو اسے خلیفہ مانتے ہی نہ تھے۔ مگر ان کو خلیفہ ماننے والے گئے۔ اور اپنی گولیوں سے اس کے ملک کو

انگریزوں کے لئے فتح

کیا۔ اور یہ اسی لئے کہ وہ جہاد کے مسئلہ کو غلط رنگ میں سمجھے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام اٹھے اور افغانستان۔ ایران ہند۔ سپین۔ الجزائر غرضیکہ تمام ممالک پر چھا گئے۔ اسی طرح مسلمانوں کے اندر اگر وہی روح آج بھی ہوتی۔ تو سب ممالک ان سے بھرے ہوئے ہوتے۔ اور عیسائی ممالک میں جہاں مسیح کی عبادت کے گھنٹے بجتے ہیں۔ وہاں

اللہ اکبر کی صدائیں

بلند ہو رہی ہوتیں۔ حضرت مرزا صاحب نے آکر مسلمانوں کو بتایا۔ کہ ان کے تنزل کا باعث جہاد کے متعلق بھی غلط عقیدہ ہے اور اس طرح اس عقیدہ کے نتیجہ کے طور پر تبلیغ میں جو روک تھی۔ اسے دور کیا۔ اب جماعت احمدیہ

مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام

کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے نتیجہ میں ہزاروں لوگ داخل اسلام ہو رہے ہیں۔

پھر مسلمانوں میں

جنت و دوزخ کے متعلق

ایسے عقائد تھے۔ جو نوجوانوں کی بے دینی کا باعث بنے ہوئے تھے۔ یہ سمجھا جاتا تھا کہ جو عیاشی یہاں منع ہے۔ وہ جنت میں کی جائیگی میں ایک دفعہ ندوۃ العلماء کے جلسہ میں گیا۔ وہاں ایک مولوی صاحب نماز کی خوبیوں پر تقریر کر رہے تھے۔ میں ان کا نام نہیں لیتا۔ لیکن یہ بتا دیتا ہوں۔ کہ مولوی شبلی نہ تھے۔ شبلی صاحب تعلیم یافتہ اور روشن خیال آدمی تھے۔ اور

قوم کا درد

رکھتے تھے۔ ان مولوی صاحب نے جو کچھ اپنی تقریر میں کہا۔ میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔

نماز کی بڑی خوبی

انہوں نے یہ بیان کی کہ نماز پڑھنے سے جنت ملے گی۔ اور جنت کا جو نقشہ انہوں نے کھینچا اسے میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ یہاں عورتیں بھی ہیں۔ اس جلسہ میں ایک بیرسٹر صاحب بیٹھے تھے وہ کہنے لگے۔ خدا بھلا کرے مولانا شبلی کا۔ کہ یہ لیکچر رات کو رکھا۔ اگر دن کو رکھتے۔ تو اس وقت چونکہ غیر مسلم بھی ہوتے

ہم تو ندامت سے ان کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔ اور ہمیں یہاں سے اٹھنا محال ہو جاتا۔ دنیا کی جتنی عیاشیاں ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ تھا۔ کہ وہ ساری کی ساری اپنی

بھیانک صورت میں

جنت میں ہونگی۔ حضرت مرزا صاحب نے آکر بتایا۔ کہ جنت کی نعمتیں تمثیلی طور پر ہیں۔ رؤیا میں اگر کوئی شخص دیکھے۔ کہ اسے آم دیا گیا ہے۔ تو اس سے مطلب دنیا کا آم نہیں ہوتا بلکہ اس کی تعبیر اور ہوگی۔ رویاء میں بھی ایک زندگی ہوتی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نیند کے وقت اللہ تعالیٰ بندہ کی روح قبض کرتا ہے۔

نیند اور موت

میں گو فرق ہے۔ موت مستقل چیز ہے اور یہ عارضی مگر پھر بھی کون کہہ سکتا ہے۔ کہ رویا کی دنیا اصلی نہیں۔ اس قسم کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ کہ رویاء میں ایک شخص کو کوئی حادثہ پیش آیا اور جب وہ بیدار ہوا۔ تو اس کے بال سفید ہو چکے تھے۔ رویا میں پھل کھایا۔ اور اٹھنے پر اس کا ذائقہ موجود تھا۔ رویا میں پانی میں سے گذرے اور اٹھنے پر پاؤں پُرنم تھے۔ تو رویا بھی بڑے

نشانات کا موجب

ہوتا ہے۔ لیکن جس طرح رویا میں اگر کوئی آم دیکھے۔ تو اس سے مراد یہ آم نہیں بلکہ دوسری چیز ہوتی ہے۔ اسی طرح

جنت کے نعماء

سے یہ مراد نہیں۔ کہ یہی ہونگی۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ اعمال متشکل ہونگے۔ یہاں انسان جو نمازیں پڑھتا۔ روزے رکھتا۔ اور دوسری نیکیاں کرتا ہے وہی روحانی آم یا دوسری نعمتوں کی صورت میں اس کے سامنے آئیں گے۔ اور وہ کہیگا۔ ھذا الذی رزقنا من قبل۔ دگرنہ یہ آم تو انسان یہاں بھی کھاتا تھا وہاں اس کے لئے ان میں کیا زیادہ مزا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا۔ کہ قرآن سے یہی پتہ لگتا ہے۔ کہ

اللہ تعالیٰ کی رویت اور وصل

جنت ہے۔ نہ کہ حور و غلمان۔ پھر

دوزخ کے متعلق

بھی ایک نہایت مکروہ خیال لوگوں کے دلوں میں تھا۔ اور وہ یہ کہ سوائے چند آدمیوں کے باقی سب ابد الآباد تک دوزخ میں رہیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دیکھو دنیوی گورنمنٹیں بھی کسی کو

ہمیشہ کیلئے قید

نہیں کر لیتیں۔ جن کو عمر قید کی سزا دی جاتی ہے وہ بھی ۱۹۔۲۰ سال کے بعد رہا کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ابد الآباد تک کسی

کو دوزخ میں کیوں رکھیگا۔ حالانکہ ہر شخص کے کچھ نہ کچھ نیک اعمال بھی ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ اور اگر وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ہی رہیں گے۔ تو ان کے

نیک کاموں کا بدلہ

کب ملیگا۔ آپ نے ثابت کیا۔ کہ خواہ کسی مذہب و ملت کے لوگ ہوں۔ ایک عرصہ تک دوزخ میں رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل ان کو ڈھانپ لیگا۔ اور پھر جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ سچا غلام تبھی بن سکتا ہے۔ جب جنت میں آئے۔ اور ہر رنگ میں

فرمانبرداروں کا نمونہ

پیش کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وسعت رحمتی کل شیء۔ اگر کوئی شخص ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے۔ تو کس طرح معلوم ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ آپ نے ثابت کیا۔ کہ ہر گنہگار خواہ وہ کروڑوں اربوں سال دوزخ میں کیوں نہ رہے۔ آخر وہ

خدا تعالیٰ کی بخشش کے نیچے

آئیگا۔ یہ اعتراض مٹ جائیگا۔ کہ اس کے بندے فرمانبردار نہیں ہیں۔

غرضیکہ حضرت مرزا صاحب نے آکر اس زمانہ کی ساری ضرورتوں کو پورا کیا۔ اور جب کام پورا ہو گیا۔ تو پھر کسی اور کے آنے کی کیا ضرورت ہے۔

دوسری چیز یہ ہے۔ کہ یتلوہ شاھد منہ۔ یہ

شاہد دو قسم

کے ہوتے ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ایک ایسی جماعت چھوڑی۔ کہ دشمن نے بھی یہ تسلیم کر لیا۔ کہ یہ

خدا کے مقرب لوگ

ہیں۔ صحابہ میں سے سوائے ان لوگوں کے جو کمزور تھے۔ باقی سب ایسے تھے۔ جو الہام پاتے تھے۔ اور اس طرح وہ جماعت کے طور پر شاہد تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ مختلف ممالک میں گئے۔ اور دشمن آج بھی اعتراف کرتے ہیں۔ کہ وہ جہاں گئے۔ وہاں لوگوں سے ایسا

محبت کا سلوک

کیا۔ کہ لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے۔ مسلمانوں نے ایک دفعہ ایک عیسائی ملک پر قبضہ کیا۔ لیکن بعد میں کسی مصلحت کی وجہ سے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ مگر عیسائی ان کے پاس آئے۔ اور کہا کہ آپ نہ جائیں۔ وہ لوگ مسلمانوں کے وہاں سے چلے جانے کو اپنے لئے مصیبت سمجھتے اور روتے۔ کہ کاش آپ

یہاں ہی رہیں۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ ان کے اندر

ایک قوت اور کشش

تھی۔ کہ جس کے دشمن بھی معترف تھے۔ پھر الہامات کی مثالیں بھی ان میں موجود ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ اسلامی لشکر چلا آرہا تھا۔ کہ پیچھے سے عیسائی لشکر دھوکا دے کر حملہ آور ہوا۔ اور قریب تھا۔ کہ سارا اسلامی لشکر تباہ ہو جاتا۔ حضرت عمرؓ اس وقت مدینہ میں خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ بے اختیار بول اٹھے۔ یا سارية الجبل۔ یا سارية الجبل۔ یا سارية الجبل۔ ساریہ اسلامی فوج کے کمانڈر کا نام تھا۔ لوگ حیران تھے۔ کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مگر آپ نے بتایا۔ کہ میں نے

عالم کشف میں

ایسا نظارہ دیکھا ہے۔ چند یوم بعد ایک شتر سوار لشکر اسلامی سے آیا اور ایک خط لایا۔ جس میں ساریہ نے اپنی پوزیشن کا بعینہ وہی نقشہ کھینچا ہوا تھا۔ جو حضرت عمرؓ کو کشف میں دکھائی گئی تھی اور لکھا تھا کہ میں نے یکدم یہ آواز سنی۔ یا سارية الجبل جو آپ کی آواز سے مشابہ تھی۔ اور اس سے متنبہ ہو کر میں بچ گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

زبردست نشان

ہر جو ظاہر کرتا ہے۔ کہ ان لوگوں کے اندر الہام کا زبردست مادہ تھا۔ اور یہ یتلوہ شاہد منہم کا ایک نظارہ تھا۔ کہ آپ نے چوروں۔ ڈاکوؤں اور فسادی لوگوں کے اندر وہ روح پیدا کر دی۔ کہ

اللہ تعالیٰ کی رضاء کے سوا

کوئی چیز ان کے مدنظر نہ رہی۔ ایک بیوہ عورت خنساء نامی کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک جنگ میں ایک دن بہت سے مسلمان مارے گئے۔ اس کے چار جوان بیٹے تھے۔ اس نے ان کو بلایا اور کہا کہ دیکھو میں نے بڑی محنت و مشقت سے تمہاری پرورش کی ہے۔ اور تمہارے آباء کے

ننگ و ناموس کی حفاظت

کی ہے۔ حالانکہ تمہارے باپ کا مجھ پر کوئی احسان نہ تھا۔ کوئی جائداد اس نے تمہاری پرورش کے لئے نہ چھوڑی۔ زندگی میں وہ جواری تھا اور میں اسے اپنے بھائی سے روپیہ لے کر دیا کرتی تھی۔ پس اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ میرا تم پر کوئی حق ہے۔ تو اس کے صلہ میں میں تم سے یہ چاہتی ہوں۔ کہ میدان جنگ میں جاؤ پھر یا تو دشمن کو مغلوب کر کے آؤ۔ یا شہید ہو جاؤ۔ غور کرو یہ

کتنی بڑی قربانی

ہے۔ وہ عورت بیوہ ہے۔ پھر بڑھیا ہے۔ اور جانتی ہے کہ اب میرے ہاں کوئی بچہ پیدا ہونا ممکن نہیں۔ مگر وہ چاروں بچوں کو میدان جنگ میں بھیج کر ان سے خواہش کرتی ہے۔ کہ شکست کھا کر مجھے منہ نہ دکھانا۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے متعلق مخالف بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ عجیب قوم ہے۔ جب میدان جنگ میں جاتی ہے۔ تو اس قدر جوش کے ساتھ لڑتی ہے۔ مگر عام حالات میں

خون کا ایک قطرہ

گرانا بھی گوارا نہیں کر سکتی۔ ایران میں مسلمان جب گئے۔ تو ایران کے بادشاہ نے ان کے ایک وفد کو طلب کیا۔ اور اس سے کہا کہ تم لوگ وحشی اور گوہیں کھا کر زندگی بسر کرنے والے ہو۔ تمہیں ہمارے ملک پر فوج کشی کی جرأت کیسے ہوئی۔ کچھ روپیہ لے لو۔ اور چلے جاؤ۔ خواہ نخواہ ہلاکت میں نہ پڑو۔ مگر صحابہ اسے جواب دیتے ہیں۔ کہ بے شک ہم لوگ ایسے ہی تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا اور ہم میں ایک نبی مبعوث کیا۔ جس نے ہمیں انسان بنا دیا۔ اور ہمارے اندر

اعلیٰ اخلاق

پیدا کر دیئے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں۔ کہ مسلمان روپیہ حاصل کرنے کے لئے لڑتے تھے۔ غور سے دیکھو ان کی جرأت کتنی ہے۔ وہ جواب دیتے ہیں۔ کہ پہلے تم نے حملہ کیا تھا۔ اور اب ہم جب تک ایران کو فتح نہ کر لیں۔ واپس نہیں جا سکتے۔ اس وقت ایران کی سلطنت ایسی ہی تھی۔ جیسے اب انگلستان کی۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ مٹی کا ایک بورا لایا جائے۔ اور پھر اسے رئیس وفد کے سر پر رکھوا کر کہا۔ کہ جاؤ اب میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا۔ انہوں نے مٹی کا بورا بلا تامل سر پر اٹھا لیا۔ اور دوڑ کر وہاں سے نکل گئے۔ اور کہا کہ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ بادشاہ نے

ایران کی زمین

اپنے ہاتھ سے ہمارے حوالہ کر دی ہے۔ غور کرو یہ کتنا عظیم الشان تغیر ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے اندر پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی مدد کی۔ کہ کوئی دشمن ان کے مقابل پر ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی یتلوہ شاہد منہم کے ماتحت تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ پر الہام نازل کیا۔ کہ کل برکة من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارك من علم وتعلم۔ ساری برکتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہیں۔ برکتوں والا ہے استاد اور برکتوں والا ہے شاگرد۔ گویا آپ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شاهد منه تھے۔ لیکن اسی طرح آپ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے شاہد بھجوائے ہیں۔ چنانچہ آپ کی جماعت میں بھی ہزاروں ایسے لوگ ہیں۔ جن سے

اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے

اور خود مجھ سے ہزاروں مرتبہ اس نے باتیں کی ہیں۔ اب میرے سامنے اگر کوئی شخص یہ بات پیش کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے باتیں نہیں کرتا۔ تو میں اسے کس طرح مان سکتا ہوں ولایت میں جب میں گیا۔ تو وہاں ایک فلسفی ڈاکٹر نے مجھ سے گفتگو کی۔ جس میں اس نے کہا۔ کہ الہام وغیرہ کوئی چیز نہیں۔ سب انسان کے

اپنے خیالات کا نام

ہے۔ میں نے کہا۔ کہ جب میرے کانوں نے اللہ تعالیٰ کی آواز کو سنا ہو۔ تو خشک فلسفیانہ باتوں کا مجھ پر کیا اثر ہو سکتا ہے اور میں کیونکر تسلیم کر سکتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سنا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا اس پر اسے تسلیم کرنا پڑا۔ کہ بے شک ایسے انسان پر ان دلائل کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ کئی بار میں نے ایسی باتیں پہلے سے لوگوں کو بتائیں۔ جو اسی طرح پوری ہوئیں۔

لطیفہ کے طور پر

اس وقت ایک کا ذکر کرتا ہوں۔ ہماری جماعت میں ایک مطلوب خان صاحب ہیں۔ جو فوج میں ڈاکٹر تھے۔ وہ عراق میں لڑائی میں شامل تھے۔ ان کے والد ۷۰۔۷۵ سال کے بوڑھے قادیان میں مجھ سے ملنے آئے۔ قادیان سے ان کے واپس جانے کے بعد ان کو اطلاع ملی۔ کہ ان کا لڑکا جنگ میں مارا گیا ہے۔ چونکہ میں تھوڑا ہی عرصہ پہلے ان سے مل چکا تھا۔ اور ان کی ضعیف العمری دیکھ چکا تھا۔ اس لئے مجھے بہت صدمہ ہوا۔ اور میرے منہ سے بار بار یہی دعا نکلتی۔ کہ

کاش مطلوب خاں زندہ ہو

مگر پھر خیال آتا۔ کہ جب گورنمنٹ کی طرف سے موت کی اطلاع آ چکی ہے۔ تو کاش زندہ ہو کے کیا معنے ہو سکتے ہیں۔ آخر میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ مطلوب خاں صاحب میرے پاس آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ میں تین دن دفن رہ کر پھر زندہ ہو گیا ہوں میں حیران تھا۔ کہ ہم تو اس دنیا میں

مر کر زندہ ہونیکے قائل

ہی نہیں۔ مگر یہ رویاء اتنا صاف تھا۔ کہ میں سمجھتا تھا۔ یہ خیال نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ضرور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس دن کھانے کے وقت میں نے اپنے بھائیوں سے اس کا ذکر کیا۔ اور میرے ایک بھائی نے مطلوب خانصاحب کے ایک رشتہ دار کو بتایا۔ جس نے اپنے چچا کو خط لکھا۔ اس نے اطلاع دی۔ کہ یہ صحیح ہے۔

مطلوب خاں کا تار

آیا ہے۔ کہ گھبراؤ نہیں میں زندہ ہوں۔ میں حیران تھا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ مگر معلوم ہوا کہ جس طرح میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اسی طرح واقعہ پیش آیا۔ بات یہ ہوئی۔ کہ عربوں سے انگریزی فوج کی جنگ ہوئی۔ انگریزی فوج کے ساتھ یہ ڈاکٹر

تھے۔ انہیں عرب گرفتار کر کے لے گئے۔ لیکن کوئی اور ڈاکٹر دوسری فوج سے آیا تھا۔ اس کی لاش کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے انگریزی افسران کو یہ دھوکا لگا کہ مطلوب خان مارے گئے ہیں۔ اور انہوں نے ہندوستان ان کی موت کا تار دے دیا۔ عربوں کے ہاں قیدی رکھنے کا تو کوئی انتظام تھا نہیں۔ اغلباً وہ انہیں قتل کر دیتے لیکن خدا تعالیٰ نے یہ سامان کیا۔ کہ ایک ہوائی جہاز نے اس گاؤں پر گولہ باری کی جس میں یہ قید تھے۔ گاؤں کے لوگ بھاگ گئے اور مطلوب خان کو بھاگنے کا موقعہ مل گیا۔ اور انہوں نے واپس آ کر اپنے عزیزوں کو اپنی سلامتی کا تار دیا۔ خواب میں جو مجھے بتایا گیا تھا۔ کہ تین دن ہوئے وہ زندہ ہو گئے۔ اس سے مراد ان کی قید سے رہائی تھی۔ جو ان کے لئے دوسری زندگی ہی تھی۔ کیونکہ وہاں رہتے تو ضرور مارے جاتے۔ اس کے علاوہ

میرا سینکڑوں دفعہ کا تجربہ

ہے۔ کہ جو خواب دیکھا جاتا ہے۔ وہ پورا ہو جاتا ہے میں جب لائل پور کے لئے صبح کو روانہ ہونے والا تھا۔ تو اسی رات

ایک خواب

دیکھا۔ کہ آسمان پر بہت سے بادل ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور کوئی آواز دے رہا ہے۔ کہ دیکھو آسمان سے ایک ہاتھ ظاہر ہو رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ یکے بعد دیگرے سفید بادلوں کے ٹکڑے افق پر ظاہر ہوتے ہیں اور پھر پھٹ جاتے ہیں پھٹتے وقت ان میں سے

ایک سفید نورانی ہاتھ

ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس طرح انگلیوں کو حرکت دیتا ہے جیسے کہ بات کرتے وقت بعض لوگ اشارہ کرتے ہیں۔ بیداری کے بعد میرا خیال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مصرعہ کی طرف گیا

ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

اور میں سمجھا کہ

اسلام کی عظمت کے اظہار کے لئے

خدا کا کوئی نشان ظاہر ہو گا۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کی جماعت میں

الہامی کلام کا اجراء

صاف بتا رہا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو کوئی دماغی نقص نہ تھا۔ بلکہ آپ حقیقتاً اللہ تعالےٰ کی طرف سے تھے۔ اور اس کے مقرب بندے تھے۔

اب میں دلیل کے اس تیسرے حصہ کو لیتا ہوں کہ من قبلہ کتاب موسیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پہلی کتب میں

سینکڑوں پیشگوئیاں

موجود ہیں۔ اگر میں انہیں بیان کرنے لگوں تو یہ لیکچر بہت لمبا ہو جائیگا۔ اور ان میں یہاں تک تفاصیل موجود ہیں۔ کہ جنگ بدر کا پورا پورا نقشہ بیان کیا گیا ہے۔ جنگ کہاں اور کس طرح ہو گی۔ رئیس الکفار یعنی ابوجہل کی موت کہاں اور کس طرح واقع ہو گی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے

تفصیلی واقعات

بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہی بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی موجود ہے۔ احادیث میں آپ کے زمانہ کی صاف علامتیں بتائی گئی ہیں۔ کہ عورتوں کی کثرت ہو جائیگی اور مرد کم ہو نگے۔ پھر عورتوں میں عریانی زیادہ ہو گی۔ وہ تجارتی کاروبار میں شریک ہو نگی۔ اب دیکھ لو۔ یہ ساری باتیں اس وقت پوری ہو رہی ہیں۔ میں تفاصیل تو اس وقت بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پہلے ہی مضمون بہت لمبا ہو چکا ہے۔ اور تھوڑا تھوڑا ابھی بیان کروں۔ تو

مضمون کی عظمت

جاتی رہتی ہے۔ اس لئے میں نے اشارتاً ان کا ذکر کر دیا ہے ہاں اختصار کے ساتھ ایک اور بات کہہ دینا چاہتا ہوں سب مذاہب میں یہ وعدہ موجود تھا۔ کہ

آخری زمانہ میں ایک مصلح

پیدا ہو گا۔ اور ہر مذہب والے سمجھتے تھے۔ کہ ان کا پیغمبر دوبارہ دنیا میں آئیگا۔ اور بتایا گیا تھا۔ کہ اس زمانہ میں بدی بہت پھیل جائیگی۔ چھوٹی لڑکیوں کے نکاح ہو نگے۔ ان سے بچے پیدا ہو نگے۔

امن کا زمانہ

ہو گا۔ بچے سانپوں سے کھیلیں گے۔ اس زمانہ کو خدا نے صلح کا زمانہ قرار دیا تھا۔ بدھ کہہ رہے تھے۔ مہاتما بدھ جو کہیں گے ہمیں منظور ہو گا۔ عیسائی تسلیم کرتے تھے۔ کہ حضرت عیسیٰ جو کہیں گے ہمیں منظور ہو گا۔ مسلمان کہہ رہے تھے۔ کہ جو امام مہدی کہیں گے ہم مانیں گے۔ ہندو کہتے تھے کہ جو کرشن کہیں گے ہمیں اس سے انکار نہ ہو گا۔ تب خدا تعالیٰ نے

ایک ہی شخص کو سب نام دیکر

بھیجا۔ جس نے کہا کہ میں ہی وہ شخص ہوں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے تم سب لوگوں کے انتظار کے نتیجہ میں بھیجا ہے۔ جس کا فیصلہ منظور کرنے کا تم نے اقرار کیا ہوا ہے۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ

نجات محمدؐ کی غلامی میں

ہے۔ سب دنیا کی اقوام کا فیصلہ اسی کے ہاتھ پر ہے سو اگر نہ اگر حضرت عیسیٰ آتے۔ تو ہندو کہہ دیتے ہمیں تو کرشن کا فیصلہ ہی منظور ہو سکتا ہے۔ اور اگر کرشن آتے تو مسلمان کہتے ہم انکی بات نہیں مان سکتے۔ اسی طرح بدھ کے آنے کی صورت میں عیسائی انکار کر دیتے۔ پس

فیصلہ کی صورت

یہی تھی۔ کہ سارے نام ایک ہی شخص کے ہوں۔ وہ آئے اور کہہ دے کہ جاؤ سب کے سب محمدؐ کے پاس جاؤ کہ اسی میں تمہاری نجات ہے۔ اپنی قوم کو مخاطب کر کے اس نے کہا کہ تم مجھے کافر کہتے ہو۔ مگر میرا مذہب سن لو جو یہ ہے کہ

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم ؎ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

میں

محمدؐ کے عشق میں مخمور

ہوں۔ اور اگر اس کا نام کفر ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں تم کہتے ہو۔ میں نے حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کی ہتک کی ہے۔ یاد رکھو۔ میرا مقصد یہ ہے کہ محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کروں۔ اول تو یہ ہے ہی غلط کہ میں

کسی نبی کی ہتک

کرتا ہوں۔ ہم سب کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن اگر ایسا کرنے میں کسی کی ہتک ہوتی ہو۔ تو بے شک ہو۔ میں نے جو دعوے کئے وہ اپنی عظمت و شان کے اظہار کے لئے نہیں۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی کے اظہار کے لئے کئے ہیں۔ مجھے خدا کے بعد بس وہی پیارا ہے۔ لیکن اگر تم اسے کفر سمجھتے ہو۔ تو مجھ جیسا کافر تم کو دنیا میں نہیں ملیگا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اتباع

میں میں بھی کہتا ہوں۔ کہ مخالف لاکھ چلائیں کہ فلاں بات سے حضرت عیسیٰؑ کی ہتک ہوتی ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنے کے لئے حضرت عیسیٰؑ یا کسی اور کی ہتک ہوتی ہو۔ تو ہمیں ہرگز اس کی پرواہ نہیں ہو گی۔ بے شک آپ لوگ ہمیں سنگسار کریں یا قتل کریں۔ آپ کی دھمکیاں اور ظلم ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے دوبارہ قائم کرنے سے نہیں روک سکتے۔ اس کے بعد میں ان

تمام دوستوں کا شکریہ

ادا کرتا ہوں۔ جو تقریر سننے کے لئے آئے اور دعا کرتا ہوں کہ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ سچے رستہ پر چلنے قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ہمارے اختلافات کو دور کر کے ہندو۔ عیسائی۔ سکھ غرضیکہ سب کو ہدایت دے کر

دین واحد پر جمع کر دے

تا وہ سب محمدؐ رسول اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو کر ایک ہو جائیں۔ اے میرے قادر و توانا خدا میں تیرے حضور یہ درخواست کرتا ہوں۔ کوئی عیسائی ہو یا ہندو و سکھ سب

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی